



## قرآن تفسیر ابن کثیر Quran Tafsir Ibn Kathir

اردو ترجمہ Urdu Translation

مولانا محمد صاحب جو ناگڑھی Maulana Muhammad Sahib

### Surah Waqiah

#### سورة الْوَاقِعَةِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (۱)

جب قیامت قائم ہو جائے گی

الْوَأَقِعَةُ قیامت کا نام ہے کیونکہ اس کا ہونا یقینی امر ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے:

فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (۶۹:۱۵)

اس دن ہو پڑنے والی قیامت ہو پڑے گی،

لَيْسَ لَوْفَعَتِهَا كَذِبَةٌ (۲)

جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔

اس کا واقعہ ہونا حتمی امر ہے، نہ اسے کوئی نال سکے نہ ہٹا سکے وہ اپنے مقررہ وقت پر آکر ہی رہے گی،

جیسے اور آیت میں ہے:

اسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ مِّن قَبْلِ اَنْ يَّاتِي سُوْرَةٌ لَّا مَرَدَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ (۴۲:۲۷)

اپنے پروردگار کی باتیں مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں

اور جگہ فرمایا:

سَأَلْ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ - لِلْكَافِرِيْنَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ (۷۰:۱،۲)

سائل کا سوال اس کے متعلق ہے جو یقیناً آنے والا ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا۔

اور آیت میں ہے:

وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ قَوْلَهُ الْحَقُّ وَلِلَّهِ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّمُورِ عِلْمُ الْقَيْبِ وَالشَّهَادَةُ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْحَمِيدُ (٦:٤٣)

جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا تو ہوا جاوہ ہو پڑے گا۔ اس کا کہنا حق اور باثر ہے اور ساری حکومت خاص اس کی ہوگی جب کہ صورت میں

پھونک ماری جائے گی وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا۔

قیامت کا ذبہ نہیں یعنی برحق ہے ضرور ہونے والی ہے اس دن نہ تو دوبارہ آنا ہے نہ وہاں سے لوٹنا ہے نہ واپس آنا ہے۔

کا ذبہ مصدر ہے جیسے عاقبہ اور عافیہ

### خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ (٣)

وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی

وہ دن پست کرنے والا اور ترقی دینے والا ہے، بہت لوگوں کو پست کر کے جہنم میں پہنچا دے گا جو دنیا میں بڑے ذی عزت و وقعت تھے اور بہت سے لوگوں کو وہ اونچا کر دے گا اعلیٰ علیین ہو کر جنتی ہو جائیں گے،

متکبرین کو وہ ذلیل کر دے گی اور متواضعین کو وہ عزیز کر دے

وہی نزدیک و دور والوں کو سنا دے گی اور ہر اک کو چوکننا کر دے گی وہ نیچا کرے گی اور قریب والوں کو سنائے گی

### إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (١٠٩)

جبکہ زمین زلزلہ کے ساتھ ہلا دی جائے گی۔

پھر اونچی ہوگی اور دور والوں کو سنائے گی، زمین ساری کی ساری لرزنے لگے گی، چپہ چپہ کپکانے لگے گا طور و عرج زمین میں زلزلہ پڑ جائے گا، اور بے طرح ہلنے لگے گی، یہ حالت ہو جائے گی کہ گویا چھلی میں کوئی چیز ہے جسے کوئی ہلا رہا ہے اور آیت میں ہے:

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (١٠٩)

جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی

اور جگہ ہے:

يَأْتِيهَا النَّاسُ أَتْفُؤْأْتِكُمْ إِنْ زُلْزَلَتِ السَّاعَةُ شَيْءٌ عَظِيمٌ (٢٢:١)

لوگو اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ بہت بری چیز ہے۔

### وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا (٥)

اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔

## فَكَانَتْ هَبَاءً مُنْبِتًا (٦)

پھر وہ مثل پر آگندہ غبار کے ہو جائیں گے۔

پھر فرمایا کہ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور جگہ الفاظ **كَثِيْبًا مَّهِيْلًا** (۷۳:۱۴) آئے ہیں، پس وہ مثل غبار پریشان کے ہو جائیں گے جسے ہوا ادھر ادھر بکھیر دے اور کچھ نہ رہے

**هَبَاءً** ان شراروں کو بھی کہتے ہیں جو آگ جلاتے وقت پتنگوں کی طرح اڑتے ہیں، نیچے گرنے پر وہ کچھ نہیں رہتے۔

**مُنْبِتًا** اس چیز کو کہتے ہیں جسے ہوا اوپر کر دے اور پھیلا کر نابود کر دے جیسے خشک پتوں کے چورے کو ہوا ادھر سے ادھر کر دیتی ہے۔

اس قسم کی اور آیتیں بھی بہت سی ہیں جن سے ثابت ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ ٹل جائیں گے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر ریزہ ریزہ ہو کر بے نام و نشان ہو جائیں گے۔

## وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً (٧)

اور تم تین جماعتوں میں ہو جاؤ گے۔

لوگ اس دن تین قسموں میں منقسم ہو جائیں گے۔

## فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ (٨)

پس دائیں ہاتھ والے کیسے اچھے ہیں

ایک جماعت عرش کے دائیں ہوگی اور یہ لوگ وہ ہوں گے جو حضرت آدم کی دائیں کروٹ سے نکلے تھے نامہ اعمال دائیں ہاتھ دیئے جائیں گے اور دائیں جانب چلائے جائیں گے، یہ جنتیوں کا عام گروہ ہے۔

## وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ (٩)

اور بائیں ہاتھ والوں کا کیا حال ہے بائیں ہاتھ والوں کا

دوسری جماعت عرش کے بائیں جانب ہوگی یہ وہ لوگ ہوں گے جو حضرت آدم کی بائیں کروٹ سے نکالے گئے تھے انہیں نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے گئے تھے اور بائیں طرف کی راہ پر لگائے گئے تھے۔ یہ سب جہنمی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

## وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ (١٠)

اور جو آگے والے ہیں وہ تو آگے والے ہیں

تیسری جماعت اللہ عزوجل کے سامنے ہوگی یہ خاص الخاص لوگ ہیں یہ اصحاب یمن سے بھی زیادہ با وقعت اور خاص قرب کے مالک ہیں۔  
یہ اہل جنت کے سردار ہیں ان میں رسول ہیں انبیاء ہیں صدیق و شہداء ہیں۔ یہ تعداد میں بہت دائیں ہاتھ والوں کی نسبت کم ہیں۔  
پس تمام اہل محشر یہ تین قسمیں ہو جائیں گی جیسے کہ اس سورت کے آخر میں بھی اختصار کے ساتھ ان کی یہی تقسیم کی گئی ہے۔ اسی طرح سورۃ  
فاطر میں فرمایا ہے:

لَهُمْ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا مُّقَدَّمُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ (۳۵:۳۲)

پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث اپنا چیدہ بندوں کو بنایا پس ان میں سے بعض تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ روش ہیں اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے والے ہیں۔

پس یہاں بھی تین قسمیں ہیں یہ اس وقت جبکہ **ظَلِمُوا لِنَفْسِهِمْ** (۳۵:۳۲) کی وہ تفسیر لیں جو اس کے مطابق ہے، ورنہ ایک دوسرا قول بھی ہے جو اس آیت کی تفسیر کے موقع پر گزر چکا۔

حضرت ابن عباسؓ بھی یہی فرماتے ہیں۔ دو گروہ تو جنتی اور ایک جہنمی۔

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **وَإِذَا النُّفُوسُ رُوِّجَتْ** (۸۱:۷) جب لوگوں کے جوڑے ملائے جائیں فرمایا قسم قسم کی یعنی ہر عمل کے عامل کی ایک جماعت جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تین قسم پر ہو جاؤ گے،

- یعنی اصحاب یمن

- اصحاب شمال

- اور سابقین۔

مسند احمد میں ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیا بند کر لیں اور فرمایا:  
یہ جنتی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں یہ سب جہنمی ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں،

مسند احمد میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو اللہ تعالیٰ کے سائے کی طرف قیامت کے دن سب سے پہلے کون لوگ جائیں گے؟

انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور رسول خوب جانتے ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ جو جب اپنا حق دیئے جائیں قبول تو کر لیں اور جو حق ان پر ہو جب مانگا جائے ادا کر دیں اور لوگوں کے لئے بھی وہی حکم کریں جو خود اپنے لئے کرتے ہیں۔

سابقون کون لوگ ہیں؟

اس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں، مثلاً

- انبیاء

- اہل علیین

- حضرت یوشع بن نون جو حضرت موسیٰ پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے

- وہ مؤمن جن کا ذکر سورۃ لیسین میں ہے

- جو حضرت عیسیٰ پر پہلے ایمان لائے تھے،

- حضرت علی بن ابی طالب جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کر گئے تھے،

- وہ لوگ جنہوں نے دونوں قبولوں کی طرف نماز پڑھی تھی،

- ہر اُمت کے وہ لوگ جو اپنے اپنے نبیوں پر پہلے پہل ایمان لائے تھے،

- وہ لوگ جو مسجد میں سب سے پہلے جاتے ہیں،

- جو جہاد میں سب سے آگے نکلتے ہیں۔

یہ سب اقوال دراصل صحیح ہیں یعنی یہ سب لوگ سابقون ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو آگے بڑھ کر دوسروں پر سبقت کر کے قبول کرنے والے سب اس میں داخل ہیں، قرآن کریم میں اور جگہ ہے:

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ لِّمَن تَرَىٰكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ (۳:۱۳۳)

اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض مثل آسمان و زمین کے ہے،

پس جس شخص نے اس دنیا میں نیکیوں کی طرف سبقت کی وہ آخرت میں اللہ کی نعمتوں کی طرف بھی سابق ہی رہے گا، ہر عمل کی جزا اسی جنس سے ہوتی ہے جیسا جو کرتا ہے ویسا ہی پاتا ہے، اسی لئے یہاں ان کی نسبت فرمایا گیا

أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ (۱۱)

وہ بالکل نزدیکی حاصل کئے ہوئے ہیں۔

فِي جَنَّاتٍ النَّعِيمِ (۱۲)

نعمتوں والی جنتوں میں ہیں۔

یہ مقربین اللہ ہیں یہ نعمتوں والی جنت میں ہیں۔

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے:

فرشتوں نے درگاہ اللہ میں عرض کی کہ پروردگار تو نے ابن آدم کے لئے تو دنیا بنا دی ہے وہ وہاں کھاتے پیتے ہیں اور بیوی بچوں سے لطف اٹھاتے ہیں پس ہمارے لئے آخرت کر دے

جواب ملا کہ میں ایسا نہیں کروں گا

انہوں نے تین مرتبہ یہی دعا کی، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میں نے جسے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اسے ان جیسا ہر گز نہ کروں گا جنہیں میں نے صرف لفظ کن سے پیدا کیا،

حضرت امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس اثر کو اپنی کتاب (الرد علی الجہمیہ) میں وارد کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

اللہ عزوجل نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اس کی نیک اولاد کو میں اس جیسا نہ کروں گا جیسے میں نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔

ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ (۱۳)

(بہت بڑا) گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔

وَقَلِيلٌ مِنَ الْآخِرِينَ (۱۴)

اور تھوڑے سے پچھلے لوگوں میں سے

ارشاد ہوتا ہے کہ مقررین خاص بہت سے پہلے کے ہیں اور کچھ پچھلوں میں سے بھی ہیں، ان اولین و آخرین کی تفسیر میں کئی قول ہیں، مثلاً اگلی اُمتوں میں سے اور اس اُمت میں سے،

امام ابن جریر اسی قول کو پسند کرتے ہیں اور اس حدیث کو بھی اس قول کی پختگی میں پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ہم پچھلے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہیں

اور اس قول کی تائید ابن ابی حاتم کی اس روایت سے بھی ہو سکتی ہے کہ جب یہ آیت اتری اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گراں گزری۔ پس یہ آیت اتری **ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ** (۵۶:۳۹، ۴۰) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے امید ہے کہ کل اہل جنت کی چوتھائی تم ہو بلکہ تہائی تم ہو بلکہ آدھوں آدھ تم ہو تم آدھی جنت کے مالک ہو گے اور باقی آدھی تمام اُمتوں میں تقسیم ہوگی جن میں تم بھی شریک ہو۔

یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے۔

ابن عساکر میں ہے:

حضرت عمرؓ نے اس آیت کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اگلی اُمتوں میں سے بہت لوگ سابقین میں داخل ہوں گے اور ہم میں سے کم لوگ؟

اس کے ایک سال کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلوں میں سے بھی بہت اور پچھلوں میں سے بھی بہت

حضور ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر کہا سنو:

حضرت آدمؑ سے لے کر مجھ تک **ثلثہ** ہے اور صرف میری اُمت **ثلثہ** ہے، ہم اپنے **ثلثہ** کو پورا کرنے کے لئے ان حبشیوں کو بھی لے لیں گے جو اونٹ کے چرواہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے واحد اور لا شریک ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔

لیکن اس روایت کی سند میں نظر ہے،

ہاں بہت سی سندوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ثابت ہے:

مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کی چوتھائی ہو آخر تک۔

پس الحمد للہ یہ ایک بہترین خوشخبری ہے۔

امام ابن جریر نے جس قول کو پسند فرمایا ہے اس میں ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے بلکہ دراصل یہ قول بہت کمزور ہے۔ کیونکہ الفاظ قرآن سے اس اُمت کا اور تمام اُمتوں سے افضل و اعلیٰ ہونا ثابت ہے، پھر کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ مقررین بارگاہِ صمدیت اور اُمتوں میں سے تو بہت سے ہوئے اور اس بہترین اُمت میں سے کم ہوں، ہاں یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان تمام اُمتوں کے مقرب مل کر صرف اس ایک اُمت کے مقربین کی تعداد سے بڑھ جائیں، لیکن یہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل اُمتوں کے مقربین سے صرف اس ایک اُمت کے مقربین کی تعداد سے بڑھ جائیں، لیکن یہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل اُمتوں کے مقربین سے صرف اس اُمت کے مقربین کی تعداد زیادہ ہوگی۔ آگے اللہ کو علم ہے۔

دوسرا قول اس جملہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ اس اُمت کے شروع زمانے کے لوگوں میں سے مقربین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بعد کے لوگوں میں کم۔ یہی قول رائج ہے۔

چنانچہ حضرت حسنؓ سے مروی ہے:

آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا سابقین تو گزر چکے اے اللہ تو ہمیں اصحابِ یمن میں کر دے

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس اُمت میں سے جو گزر چکے ان میں مقربین بہت تھے۔

امام ابن سیرینؒ بھی یہی فرماتے ہیں،

کوئی شک نہیں کہ ہر اُمت میں یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ شروع میں بہت سے مقربین ہوتے ہیں اور بعد والوں میں یہ تعداد کم ہو جاتی ہے، تو یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یونہی ہو یعنی ہر اُمت کے اگلے لوگ سبقت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت ہر اُمت کے پچھلے لوگوں کے، چنانچہ صحاح وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب زمانوں میں بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والا پھر اس کا متصل زمانہ، الخ۔

ہاں ایک حدیث میں یہ بھی آیا:

میری اُمت کی مثال بارش جیسی ہے نہ معلوم کہ شروع زمانے کی بارش بہتر ہو یا آخر زمانے کی،

تو یہ حدیث جب کہ اس کی اسناد کو صحت کا حکم دے دیا جائے اس امر پر محمول ہے کہ جس طرح دین کو شروع کے لوگوں کی ضرورت تھی جو اس کی تبلیغ اپنے بعد والوں کو کریں اسی طرح آکر میں بھی اسے قائم رکھنے والوں کی ضرورت ہے جو لوگوں کو سنت رسول پر جمائیں اس کی روایتیں کریں اسے لوگوں پر ظاہر کریں، لیکن فضیلت اول والوں کی ہی رہے گی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کھیت کو شروع بارش کی اور آخری بارش کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بڑا فائدہ ابتدائی بارش سے ہی ہوتا ہے اس لئے کہ اگر شروع شروع بارش نہ ہو تو دانے اگیں ہی نہیں نہ ان کی جڑیں جمیں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایک جماعت میری اُمت میں سے ہمیشہ حق پر رہ کر غالب رہے گی ان کے دشمن انہیں ضرر نہ پہنچاسکیں گے، ان کے مخالف انہیں رسوا اور پست نہ کر سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ اس طرح ہوں۔

الغرض یہ اُمت باقی تمام اُمتوں سے افضل و اشرف ہے اور اس میں مقررین الہیہ بہ نسبت اور اُمتوں کے بہت ہیں، اور بہت بڑے مرتبے والے کیونکہ دین کے کامل ہونے اور نبی کے عالی مرتبہ ہونے کے لحاظ سے یہ سب بہتر ہیں۔

تو اتر کے ساتھ یہ حدیث ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس اُمت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے،  
طبرانی میں ہے:

اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے ایک بہت بڑی جماعت قیامت کے روز کھڑی کی جائے گی جو اس قدر بڑی اور گنتی میں زائد ہوگی کہ گویا رات آگئی زمین کے تمام کناروں کو گھیرالے گی فرشتے کہنے لگیں گے سب نبیوں کے ساتھ جتنے لوگ آئے ہیں ان سے بہت ہی زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔

مناسب مقام یہ ہے کہ بہت بڑی جماعت اگلوں میں سے اور بہت ہی بڑی پچھلوں میں سے والی آیت کی تفسیر کے موقع پر یہ حدیث ذکر کر دی جائے جو حافظ ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ علیہ نے دلائل نبوۃ میں وارد کی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے پائوں موڑے ہوئے ہی ستر مرتبہ یہ پڑھتے

**سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ ان اللہ کان تواباً**

پھر فرماتے ستر کے بدلے سات سو ہیں جس کے ایک دن کے گناہ سات سو سے بھی بڑھ جائیں وہ بے خبر ہے پھر دو مرتبہ اسی کو فرماتے پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب اچھا معلوم ہوتا تھا اس لئے پوچھتے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

ابو زمل کہتے ہیں ایک دن اسی طرح حسب عادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک خواب دیکھا ہے،



فرمایا اللہ خیر سے ملائے شر سے بچائے ہمارے لئے بہتر بنائے اور ہمارے دشمنوں کے لئے بدتر بنائے ہر قسم کی تعریفوں کا مستحق وہ اللہ ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اپنا خواب بیان کرو۔

میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا:

ایک راستہ ہے کشادہ، آسان، نرم، صاف اور بیشمار لوگ اس راستے میں چلے جا رہے ہیں یہ راستہ جاتے جاتے ایک سرسبز باغ کو نکلتا ہے کہ میری آنکھوں نے ایسا لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ کبھی نہیں دیکھا پانی ہر سو رواں ہے سبزے سے پٹا پڑا ہے انواع و اقسام کے درخت خوشنما پھلے پھولے کھڑے ہیں اب میں نے دیکھا کہ پہلی جماعت جو آئی اور اس باغ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اپنی سواریاں تیز کر لیں دائیں بائیں نہیں گئے اور تیز رفتاری کے ساتھ یہاں سے گزر گئے۔

پھر دوسری جماعت آئی جو تعداد میں بہت زیادہ تھی، جب یہاں پہنچے تو بعض لوگوں نے اپنے جانوروں کو چرانا چکانا شروع کیا اور بعضوں نے کچھ لے لیا اور چل دیئے پھر تو بہت زیادہ لوگ آئے جب ان کا گزرا ان گل و گلزار پر ہوا تو یہ تو پھول گئے اور کہنے لگے یہ سب سے اچھی جگہ ہے گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دائیں بائیں جھک پڑے

میں نے یہ دیکھا لیکن میں آپ تو چلتا ہی رہا جب دور نکل گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک منبر سات سیڑھیوں کا بچھا ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اعلیٰ درجہ پر تشریف فرما ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب ایک صاحب ہیں گندم گول رنگ بھری انگلیوں والے دراز قد جب کلام کرتے ہیں تو سب خاموشی سے سنتے ہیں اور لوگ اونچے ہو کر توجہ سے ان کی باتیں سنتے ہیں

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف ایک شخص ہیں بھرے جسم کے درمیانہ قد کے جن کے چہرہ پر بکثرت تل ہیں ان کے بال گویا پانی سے تر ہیں جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے اکرام کی وجہ سے سب لوگ جھک جاتے ہیں

پھر اس سے آگے ایک شخص ہیں جو اخلاق و عادات میں اور چہرے نقشے میں بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں، آپ لوگ سب ان کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں اور ان کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ان سے آگے ایک دہلی پتلی بڑھیا اونٹنی ہے میں نے دیکھا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اٹھا رہے ہیں،

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہو گیا تھوڑی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت بدل گئی اور آپ ﷺ نے فرمایا:

- سیدھے سچے اور صحیح راستے سے مراد تو وہ دین ہے جسے میں لے کر اللہ کی طرف سے آیا ہوں اور جس ہدایت پر تم ہو،
- ہر بھرا سبز باغ جو تم نے دیکھا ہے وہ دنیا ہے اور اس کی عیش و عشرت کا دل بھانے والا سامان، میں اور میرے اصحاب تو اس سے گزر جائیں گے نہ تم اس میں مشغول ہوں گے نہ وہ ہمیں چھٹے گی نہ ہمارا تعلق اس سے ہو گا نہ اس کا تعلق ہم سے نہ ہم اس کی چاہت کریں گے نہ وہ ہمیں لپٹے گی،
- پھر ہمارے بعد دوسری جماعت آئے گی جو ہم سے تعداد میں بہت زیادہ ہو گی ان میں سے بعض تو اس دنیا میں پھنس جائیں گے اور بعض بقدر حاجت لے لیں گے اور چل دیں گے اور نجات پالیں گے،

- پھر ان کے بعد زبردست جماعت آئے جو اس دنیا میں بالکل مستغرق ہو جائے گی اور دائیں بائیں بہک جائے گی فانا لله وانا الیہ راجعون۔

- اب رہے تم سو تم اپنی سیدھی راہ چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی، جس منبر کے آخری ساتوں درجہ پر تم نے مجھے دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ

- دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے میں آخری ہزارویں سال میں ہوں

- میرے دائیں جس گندمی رنگ موٹی ہتھیلی والے انسان کو تم نے دیکھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جب وہ کلام کرتے ہیں تو لوگ اونچے ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی ہو چکا ہے

- اور جنہیں تم نے میرے بائیں دیکھا جو درمیانہ قد کے بھرے جسم کے بہت سے تلوں والے تھے جن کے بال پانی سے تر نظر آتے تھے وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں چونکہ ان کا اکرام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے ہم سب بھی ان کی بزرگی کرتے ہیں

- اور جن شیخ کو تم نے بالکل مجھ سادیکھا وہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ہم سب ان کا قصد کرتے ہیں اور ان کی اقتداء اور تابعداری کرتے ہیں

- اور جس اونٹنی کو تم نے دیکھا کہ میں اسے کھڑی کر رہا ہوں اور اس سے مراد قیامت ہے جو میری اُمت پر قائم ہوگی نہ میرے بعد کوئی نبی آئے گا، نہ میری اُمت کے بعد کوئی اُمت ہے۔

فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوچھنا چھوڑ دیا کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہاں اگر کوئی شخص اپنے آپ اپنا خواب بیان کر دے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعبیر دے دیا کرتے تھے۔

عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ (۱۵)

یہ لوگ سونے کی تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر۔

ان کے بیٹھنے کے تخت اور آرام کرنے کے پلنگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے جن میں جگہ جگہ موتی ٹکے ہوئے ہوں گے درو یا قوت جڑے ہوئے ہوں گے۔

مُتَّكِبِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ (۱۶)

ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

سب کے منہ ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے کوئی کسی کی طرف پیٹھ دیئے ہوئے نہ ہوگا،

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ (۱۷)

ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رہیں گے آمد و رفت کریں گے۔

وہ علماء ان کی خدمت گزاری میں مشغول ہوں گے جو عمر میں ویسے ہی چھوٹے رہیں گے نہ بڑے ہوں نہ بوڑھے ہوں۔ نہ ان میں تغیر تبدیل آئے۔

بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقٍ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ (۱۸)

آنخورے اور جگ لے کر اور ایسا جام لے کر جو بہتی ہوئی شراب سے پر ہو۔

اَکْوَابُ کہتے ہیں ان کوزوں کو جن کی ٹونٹی اور پکڑنے کی چیز نہ ہو

أَبَارِيقٌ وہ آفتابے جو ٹونٹی دار اور پکڑے جانے کے قابل ہوں۔

یہ سب شراب کی جاری نہر سے چھلکتے ہوئے ہوں گے جو شراب نہ ختم ہونہ کم ہو کیونکہ اس کے چشمے بہ رہے ہیں، جام چھلکتے ہوئے ہر وقت اپنے نازک ہاتھوں میں لئے ہوئے یہ گل اندام ساتی ادھر ادھر گشت کر رہے ہوں گے۔

لَا يُصَدِّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْفُونَ (۱۹)

جس سے نہ سر میں درد ہو نہ عقل میں فطور آئے

اس شراب سے انہیں درد سر ہونہ ان کی عقل زائل ہو بلکہ باوجود پورے سرور اور کیف کے عقل و حواس اپنی جگہ قائم رہیں گے اور کامل لذت حاصل ہوگی۔

شراب میں چار صفتیں ہیں

- نشہ

- سر درد

- تپے

- پیشاب،

پس پروردگار عالم نے جنت کی شراب کا ذکر کر کے ان چاروں نقصانوں کی نفی کر دی کہ وہ شراب ان نقصانات سے پاک ہے۔

وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ (۲۰)

اور ایسے میوے لئے ہوئے جو ان کی پسند کے ہوں۔

وَلَحْمٍ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ (۲۱)

اور پرندوں کے گوشت جو انہیں مرغوب ہوں۔

پھر قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے پرندوں کے گوشت انہیں ملیں گے جس میوے کو جی چاہے اور جس طرح کے گوشت کی طرف دل کی رغبت ہو موجود ہو جائے گا،

یہ تمام چیزیں لئے ہوئے ان کے سلیقہ شعار خدام ہر وقت ان کے ارد گرد گھومتے رہیں گے تاکہ جس چیز کی جب کبھی خواہش ہو لے لیں، اس آیت میں دلیل ہے کہ آدمی میوے چن چن کر اپنی خواہش کے مطابق کھا سکتا ہے،  
مسند ابویعلیٰ موصلی میں ہے:

حضرت عکراش بن ذویب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی قوم کے صدقہ کے مال لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار میں تشریف فرما تھے میرے ساتھ زکوٰۃ کے بہت سے اونٹ تھے گویا کہ وہ ریت کے درختوں کے چرے ہوئے نوجوان اونٹ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کون ہو؟  
میں نے کہا عکراش بن ذویب

فرمایا اپنا نسب نامہ دوڑ تک بیان کر دو میں نے مرہ بن دبیگ تک کہہ سنایا اور ساتھ ہی کہا کہ زکوٰۃ مرہ بن عبید کی ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمانے لگے یہ میری قوم کے اونٹ ہیں یہ میری قوم کے صدقہ کا مال ہے پھر حکم دیا کہ صدقہ کے اونٹوں کے نشان ان پر کر دو اور ان کے ساتھ انہیں بھی ملا دو پھر میرا ہاتھ پکڑ کر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کچھ کھانے کو ہے؟

جواب ملا کہ ہاں چنانچہ ایک بڑے لگن میں ٹکڑے ٹکڑے کی ہوئی روٹی آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور میں نے کھانا شروع کیا۔  
میں ادھر ادھر سے نوالے لینے لگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے میرا داہنا ہاتھ تھام لیا، اور فرمایا اے عکراش یہ تو ایک قسم کا کھانا ہے ایک جگہ سے کھاؤ۔

پھر ایک سینی تر کھجوروں خشک کھجوروں کی آئی میں نے صرف میرے سامنے جو تھیں انہیں کھانا شروع کیا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سینی کے ادھر ادھر سے جہاں سے جو پسند آتی تھی لے لیتے تھے اور مجھ سے بھی فرمایا اے عکراش اس میں ہر طرح کی کھجوریں ہیں جہاں سے چاہو کھاؤ جس قسم کی کھجور جس قسم کی کھجور چاہو لے لو،

پھر پانی آیا پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ دھوئے اور وہی تر ہاتھ اپنے چہرے پر اور دونوں بازوؤں اور سر پر تین دفعہ پھیر لئے اور فرمایا اے عکراش یہ وضو ہے اس چیز سے جسے آگ نے متغیر کیا ہو۔ (ترمذی اور ابن ماجہ)  
امام ترمذی اسے غریب بتاتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب پسند تھا بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ لیا کرتے تھے کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی ذکر کرتا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب سے خوش ہوتے تو اسے بہت اچھا لگتا۔

ایک مرتبہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے کہ گویا میرے پاس کوئی آیا اور مجھے مدینہ سے لے چلا اور جنت میں پہنچادیا

پھر میں نے یکایک دھاکا سنا جس سے جنت میں ہل چل مچ گئی میں نے جو نظر اٹھا کر دیکھا تو فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کو دیکھا بارہ شخصوں کے نام لئے انہیں بارہ شخصوں کا ایک لشکر بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن ہوئے ایک مہم پر روانہ کیا ہوا تھا فرماتی ہیں انہیں لایا گیا یہ اطلس کے کپڑے پہنچے ہوئے تھے ان کی رگیں جوش مار رہی تھیں حکم ہوا کہ انہیں نہر بیدج میں لے جاؤں یا بیدک کہا، جب ان لوگوں نے اس نہر میں غوطہ لگایا تو ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگ گئے

پھر ایک سونے کی سینی میں گدڑی کھجوریں آئیں جو انہوں نے اپنی حسب منشا کھائیں اور ساتھ ہی ہر طرح کے میوے جو چاروں طرف چنے ہوئے تھے جس میوے کو ان کا جی چاہتا تھا لیتے تھے اور کھاتے تھے میں نے بھی ان کے ساتھ شرکت کی اور وہ میوے کھائے،

مدت کے بعد ایک قاصد آیا اور کہا فلاں فلاں اشخاص جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر میں بھیجا تھا شہید ہو گئے ٹھیک بارہ شخصوں کے نام لئے اور یہ وہی نام تھے جنہیں اس بیوی صاحبہ نے اپنے خواب میں دیکھا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نیک بخت صحابیہ کو پھر بلوایا اور فرمایا اپنا خواب دو بارہ بیان کرو اس نے پھر بیان کیا اور انہیں لوگوں کے نام لئے جن کے نام قاصد نے لئے تھے۔

طبرانی میں ہے:

جنتی جس میوے کو درخت سے توڑے گا وہیں اس جیسا اور پھل لگ جائے گا۔

مسند احمد میں ہے:

جنتی پرند بختی اور اونٹ کے برابر ہیں جو جنت میں چرتے چگتے رہتے ہیں،

حضرت صدیق نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پرند تو نہایت ہی مزے کے ہوں گے،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے کھانے والے ان سے بھی زیادہ ناز و نعمت والے ہوں گے۔ تین مرتبہ یہی جملہ ارشاد فرما کر پھر فرمایا مجھے اللہ سے امید ہے کہ اے ابو بکر تم ان میں سے ہو جو ان پرندوں کا گوشت کھائیں گے۔

حافظ ابو عبد اللہ مصری کی کتاب صفۃ الجنۃ میں ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے طوبی کا ذکر ہو پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو طوبی کیا ہے؟

آپ نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول کو پورا علم ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جنت کا ایک درخت ہے جس کی طولانی کا علم سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں اس کی ایک ایک شاخ تلے تیز سوار ستر ستر سال تک چلا جائے گا۔

پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہو اس کے پتے بڑے چوڑے چوڑے ہیں ان پر بختی اونٹنی کے برابر پرند آکر بیٹھتے ہیں،

ابو بکر نے فرمایا پھر تو یہ پرند بڑی ہی نعمتوں والے ہوں گے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سے زیادہ نعمتوں والے ان کے کھانے والے ہوں گے اور انشاء اللہ تم بھی انہی میں سے ہو۔  
حضرت قتادہ سے بھی یہ پچھلا حصہ مروی ہے۔

ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوثر کی بابت سوال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وہ جنتی نہر ہے جو مجھے اللہ عزوجل نے عطا فرمائی ہے دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا اس کا پانی ہے اس کے کنارے بختی اونٹوں کی گردنوں جیسے پرند ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ پرند تو بڑے مزے میں ہیں،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کا کھانے والا ان سے زیادہ مزے میں ہے۔ (ترمذی)

امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جنت میں ایک پرند ہے جس کے ستر ہزار پر ہیں جنتی کے دسترخوان پر وہ آئے گا اور اس کے ہر پر سے ایک قسم نکلے گی جو دودھ سے زیادہ سفید اور مکھن سے زیادہ نرم اور شہد سے زیادہ میٹھی پھر دوسرے پر سے دوسری قسم نکلے گی اسی طرح ہر پر سے ایک دوسرے سے جدا گانہ، پھر وہ پر نڈا جائے گا

یہ حدیث بہت ہی غریب ہے اور اس کے راوی رسانی اور ان کے استاد دونوں ضعیف ہیں۔

ابن ابی حاتم میں حضرت کعب سے مروی ہے:

جنتی پرند مثل بختی اونٹوں کے ہیں جو جنت کے پھل کھاتے ہیں اور جنت کی نہروں کا پانی پیتے ہیں جنتیوں کا دل جس پرند کے کھانے کو چاہے گا وہ اس کے سامنے آجائے گا وہ جتنا چاہے گا جس پہلو کا گوشت پسند کرے گا کھائے گا پھر وہ پر نڈا جائے گا اور جیسا تھا ویسا ہی ہوگا۔  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جنت کے جس پرند کو تو چاہے گا وہ بھنا بھنایا تیرے سامنے آجائے گا۔

وَحُورٌ عِينٌ (۲۲)

اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔

حور کی دوسری قرأت رے کے زیر سے بھی ہے۔

پیش سے تو مطلب ہے کہ جنتیوں کے لئے حوریں ہوں گی

اور زیر سے یہ مطلب ہے کہ گویا گلے اعراب کی ماتحتی میں یہ اعراب بھی ہے،

اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ غلمان اپنے ساتھ حوریں بھی لئے ہوئے ہونگے لیکن انکے محلات میں اور خیموں میں نہ کہ عام طور پر۔ واللہ اعلم

كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ (۲۳)

جو چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں۔

یہ حوریں ایسی ہوں گی جیسے تروتازہ سفید صاف موتی ہوں، جیسے سورۃ صافات میں ہے:

كَأَمْثَالِ بَيْضِ مَكْنُونٍ (۳۷:۲۹)

سورۃ الرحمن میں بھی یہ وصف مع تفسیر گزر چکا ہے۔

جَزَاءً لِّمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۲۴)

یہ صلہ ہے ان کے اعمال کا۔

یہ ان کے نیک اعمال کا صلہ اور بدلہ ہے یعنی یہ تحفے ان کی حسن کارگزاری کا انعام ہے۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا (۲۵)

نہ وہاں بکواس سنیں گے اور نہ گناہ کی بات۔

یہ جنت میں لغو بہبودہ بے معنی خلاف طبع کوئی کلمہ بھی نہ سنیں گے حقارت اور برائی کا ایک لفظ بھی کان میں نہ پڑے گا، جیسے اور آیت میں ہے:

لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَغِيَةً (۸۸:۱۱)

فضول کلامی سے ان کے کان محفوظ رہیں گے۔

نہ کوئی قبیح کلام کان میں پڑے گا۔

إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا (۲۶)

صرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی

ہاں صرف سلامتی بھرے سلام کے کلمات ایک دوسروں کو کہیں گے، جیسے اور جگہ ارشاد فرمایا:

تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ (۱۴:۲۳)

انکا تحفہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرنا ہوگا۔

ان کی بات چیت لغویت اور گناہ سے پاک ہوگی۔

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ (۲۷)

اور داہنے ہاتھ والے کیا ہی اچھے ہیں داہنے ہاتھ والے

ساتھ بیان کر کے اللہ تعالیٰ اب ابرار کا حال بیان فرماتا ہے جو سابقین سے کم مرتبہ ہیں۔ ان کا کیا حال ہے کیا نتیجہ ہے اسے سنو،

### فِي سِدِّى فَخْصُوْدٍ (۲۸)

وہ بغیر کانٹوں کی بیر یوں۔

یہ ان جنتوں میں ہیں جہاں بیر کی درخت ہیں لیکن کانٹے دار نہیں۔ اور پھل بکثرت اور بہترین ہیں دنیا میں بیر کی درخت زیادہ کانٹوں والے اور کم پھلوں والے ہوتے ہیں۔ جنت کے یہ درخت زیادہ پھلوں والے اور بالکل بے خار ہوں گے، پھلوں کے بوجھ سے درخت کے تنے جھکے جاتے ہوں گے

حضرت ابو براء احمد بن نجار رحمہ اللہ علیہ نے ایک روایت وارد کی ہے:

صحابہ کہتے ہیں کہ اعرابیوں کا حضور کے سامنے آنا اور آپ سے مسائل پوچھنا ہمیں بہت نفع دیتا تھا ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں ایک ایسے درخت کا بھی ذکر ہے جو ایذا دیتا، آپ نے پوچھا وہ کونسا اس نے کہا بیر کی کاد درخت،

آپ نے فرمایا پھر تو نے اس کے ساتھ ہی لفظ فَخْصُوْدٍ نہیں پڑھا؟

اس کے کانٹے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے ہیں اور ان کے بدلے پھل پیدا کر دیئے ہیں ہر ایک بیر کی میں بہتر قسم کے ذائقے ہوں گے جن کا رنگ و مزہ مختلف ہوگا،

یہ روایت دوسری کتابوں میں بھی مروی ہے اس میں لفظ طَلَح ہے اور ستر ذائقوں کا بیان ہے۔

### وَطَلَحٍ مَّنْضُوْدٍ (۲۹)

اور تہہ بہ تہہ کیلوں۔

طَلَح ایک بڑا درخت ہے جو حجاز کی سرزمین میں ہوتا ہے، یہ کانٹے دار درخت ہے اس میں کانٹے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن جریر نے اس کی شہادت عربی کے ایک شعر سے بھی دی ہے۔

مَنْضُوْدٍ کے معنی تہہ بہ تہہ پھل والا، پھل سے لدا ہوا۔

ان دونوں کا ذکر اس لئے ہوا کہ عرب ان درختوں کی گہری اور میٹھی چھاؤں کو پسند کرتے تھے، یہ درخت بظاہر دنیوی درخت جیسا ہوگا لیکن بجائے کانٹوں کے اس میں شیریں پھل ہوں گے۔

جوہری فرماتے ہیں طَلَح بھی کہتے ہیں اور طَلَع بھی، حضرت علیؓ سے بھی یہ مروی ہے، تو ممکن ہے کہ یہ بھی بیر کی ہی صفت ہو، یعنی وہ بیریاں بے خاسر اور بکثرت پھلدار ہیں واللہ اعلم۔



اور حضرات نے **طلع** سے مراد کیلے کا درخت کہا ہے،  
اہل یمن کیلے کو **طلع** کہتے ہیں اور اہل حجاز **موز** کہتے ہیں۔

## وَضِلٌّ مَّتْدُودٌ (۳۰)

### اور لمبے لمبے سایوں

لمبے لمبے سایوں میں یہ ہوں گے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جنت کے درخت کے سائے تلے تیز سوار سو سال تک چلتا رہے۔ گالیکن سایہ ختم نہ ہوگا۔ اگر تم چاہو اس آیت کو پڑھو،

مسلم میں بھی یہ روایت موجود ہے اور مسند احمد، مسند ابویعلیٰ میں بھی مسند کی اور حدیث میں تنک کے ساتھ ہے یعنی ستر یا سواور یہ بھی ہے کہ یہ شجرۃ الخلد ہے، ابن جریر اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے

پس یہ حدیث متواتر اور قطعاً صحیح ہے اس کی اسناد بہت ہیں اور اس کے راوی ثقہ ہیں، ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے،

حضرت ابو ہریرہؓ نے جب یہ روایت بیان کی اور حضرت کعبؓ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے فرمایا:

اس اللہ کی قسم جس نے تورات حضرت موسیٰؑ پر اور قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا کہ اگر کوئی شخص نوجوان اونٹنی پر سوار ہو کر اس وقت چلتا رہے جب تک وہ بڑھیا ہو کر جائے تو بھی اس کی انتہاء کو نہیں پہنچ سکتا، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور خود آپ اس میں اپنے پاس کی روح پھونکی ہے اس کی شاخیں جنت کی دیواروں سے باہر نکلی ہوئی ہیں۔

ابو حصین کہتے ہیں کہ ایک موضع میں ایک دروازے پر ہم تھے ہمارے ساتھ ابو صالح اور شفیق جہنی بھی تھے اور ابو صالح نے حضرت ابو ہریرہؓ والی اوپر کی حدیث بیان کی اور کہا کیا تو ابو ہریرہؓ کو جھٹلاتا ہے؟

اس نے کہا نہیں، انہیں تو نہیں تجھے جھٹلاتا ہوں۔ پس یہ قاریوں پر بہت گراں گزرا۔

میں کہتا ہوں اس ثابت، صحیح اور مرفوع حدیث کو جو جھٹلائے وہ غلطی پر ہے۔

ترمذی میں ہے جنت کے ہر درخت کا تناسونے کا ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

جنت میں ایک درخت ہے جس کے ہر طرف سو سو سال کے راستے تک سایہ پھیلا ہوا ہے۔ جنتی لوگ اس کے نیچے آکر بیٹھتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں۔ کسی کو دنیوی کھیل تماشے اور دل بہلاوے یاد آتے ہیں تو اسی وقت ایک جنتی ہوا چلتی ہے اور اس درخت میں سے تمام راگ راگنیاں باجے گاجے اور کھیل تماشوں کی آوازیں آنے لگتی ہیں،

یہ اثر غریب ہے اور اس کی سند قوی ہے۔

حضرت عمرو بن ميمون فرماتے ہیں یہ سایہ ستر ہزار سال کی طولانی میں ہوگا۔ آپ سے مرفوع حدیث میں ایک سو سال مروی ہے یہ سایہ گھٹتا ہی نہیں نہ سورج آئے نہ گرمی ستائے، فجر کے طلوع ہونے سے پیشتر کا سماں ہر وقت اس کے نیچے رہتا ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں جنت میں ہمیشہ وہ وقت رہے گا جو صبح صادق کے بعد سے لے کر آفتاب کے طلوع ہونے کے درمیان درمیان رہتا ہے سایہ کے مضمون کی روایتیں بھی اس سے پہلے گزر چکی ہیں، جیسے:

وَدُّنَّ جِلْهَمَ ظِلًّا ظَلِيلًا (۴:۵۷)

أَكْلُهُادَائِمٌ وَظِلُّهَا (۱۳:۳۵)

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّلٍ وَعُيُونٍ (۷۷:۴۱)

وَمَاءٍ مَسْكُوبٍ (۳۱)

اور بہتے ہوئے پانیوں۔

پانی ہو گا بہتا ہو مگر نہروں کے گڑھے اور کھدی ہوئی زمین نہ ہوگی، اس کی پوری تفسیر آیت فیہا اَنْہَرُ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ اَسْنِ (۴۷:۱۵) میں گزر چکی ہے۔

وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ (۳۲)

اور بکثرت پھلوں میں۔

لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ (۳۳)

جو نہ ختم ہوں نہ روک لئے جائیں

ان کے پاس بکثرت طرح طرح کے لذیذ میوے ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے نہ کسی کان نے سنے نہ کسی انسانی دل پر ان کا وہم و خیال گزرا۔ جیسے اور آیت میں ہے:

كُلَّمَا رَزَاقًا رَزَقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ تَرْزَقًا قَالُوا هَذَا الَّذِي رَزَقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأَلْوَابِهِمْ تَمَتَّشِبُهَا (۲:۲۵)

جب کبھی وہ پھلوں کا رزق دیئے جائیں گے اور ہم شکل لائے جائیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو وہی ہیں جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے تھے یعنی جب وہاں پھلوں سے روزی دیئے جائیں گے تو کہیں گے کہ یہ تو ہم پہلے بھی دیئے گئے تھے کیونکہ بالکل ہم شکل ہوں گے، لیکن جب کھائیں گے تو ذائقہ اور ہی پائیں گے۔

بخاری و مسلم میں سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں ہے:

اس کے پتے مثل ہاتھی کے کانوں کے ہوں گے اور پھل مثل ہجر کے بڑے بڑے منکوں کے ہوں گے،

حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث میں جس میں آپ نے سورج کے گہن ہونے کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سورج گہن کی نماز ادا کرنے کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے یہ بھی ہے کہ بعد فراغت آپ کے ساتھ کے نمازیوں نے آپ سے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو اس جگہ آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹتے دیکھا کیا بات تھی؟

آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی جنت کے میوے کا خوشہ لینا چاہا اگر میں لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔  
ابو یعلیٰ میں ہے:

ظہر کی فرض نماز پڑھاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور ہم بھی پھر آپ نے گویا کوئی چیز لینا چاہی، پھر پیچھے ہٹ آئے، نماز سے فارغ ہو کر حضرت ابی کعبؓ نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج تو آپ نے ایسی بات کی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا:

میرے سامنے جنت لائی گئی اور جو اس میں تروتازگی اور سبزی ہے میں نے اس میں سے ایک انگور کا خوشہ توڑنا چاہا تاکہ لا کر تمہیں دوں پس میرے اور اس کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور اگر اس میں سے تمہارے پاس لے آتا تو زمین و آسمان کے درمیان کی مخلوق اسے کھاتی رہتی تاہم اس میں ذرا سی بھی کمی نہ آتی۔

اسی کے مثل حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح مسلم شریف میں بھی مروی ہے،

مسند امام احمد میں ہے کہ ایک اعرابی نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حوض کوثر کی بابت سوال کیا اور جنت کا بھی ذکر کیا پوچھا کہ کیا اس میں میوے بھی ہیں؟

آپؐ نے فرمایا ہاں وہاں طوبیٰ نامی درخت بھی ہے؟

پھر کچھ کہا جو مجھے یاد نہیں

پھر پوچھا وہ درخت ہماری زمین کے کس درخت سے مشابہت رکھتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا تیرے ملک کی زمین میں کوئی درخت اس کا ہم شکل نہیں۔

کیا تو شام میں گیا ہے؟

اس نے کہا نہیں،

فرمایا شام میں ایک درخت ہوتا ہے جسے جوزہ کہتے ہیں ایک ہی تناہوتا ہے اور اوپر کا حصہ پھیلا ہوا ہوتا ہے وہ البتہ اس کے مشابہ ہے،

اس نے پوچھا جنتی خوشے کتنے بڑے ہوتے ہیں؟

فرمایا کالا کوا مہینہ بھر تک اڑتا رہے اتنے بڑے۔

وہ کہنے لگا اس درخت کا تنا کس قدر موٹا ہے

آپ نے فرمایا اگر تو اپنی اونٹنی کے بچے کو چھوڑ دے اور وہ چلتا رہے یہاں تک کہ بوڑھا ہو کر گر پڑے تب بھی اس کے تھے کا چکر پورا نہیں کر سکتا۔

اس نے کہا اس میں انگور بھی لگتے ہیں؟

آپ نے فرمایا ہاں

پوچھا کتنے بڑے؟

آپ نے جواب دیا کہ کیا کبھی تیرے باپ نے اپنے ریوڑ میں سے کوئی موٹا تازہ بکرا ذبح کر کے اس کی کھال کھینچ کر تیری ماں کو دے کر کہا ہے کہ اس کا ڈول بنا لو؟

اس نے کہا ہاں،

فرمایا بس اتنے ہی بڑے بڑے انگور کے دانے ہوتے ہیں۔

اس نے کہا پھر تو ایک ہی دانہ مجھ کو اور میرے گھر والوں کو کافی ہے

آپ نے فرمایا بلکہ ساری برادری کو، پھر یہ میوے بھی ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ نہ کبھی ختم ہوں نہ کبھی ان سے روکا جائے۔ یہ نہیں کہ جاڑے میں ہیں اور گرمیوں میں نہیں، یا گرمیوں میں ہیں اور جاڑوں میں نادر بلکہ یہ میوے دوام والے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں جب طلب کریں پالیس اللہ کی قدرت ہر وقت وہ موجود رہیں گے، بلکہ کسی کانٹے اور کسی شاخ کو بھی آڑ نہ ہوگی نہ دوری ہوگی نہ حاصل کرنے میں تکلف اور تکلیف ہوگی۔ بلکہ ادھر پھل توڑا ادھر اس کے قائم مقام دوسرا پھل لگ گیا،

وَقُورُنَّ مَرْفُوعَةً (۳۴)

اور اونچے اونچے فرشوں میں ہونگے

جیسے کہ اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا۔

ان کے فرش بلند و بالا نرم اور گدگدے راحت و آرام دینے والے ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان کی اونچائی اتنی ہوگی جتنی زمین و آسمان کی یعنی پانچ سو سال کی (ترمذی)

یہ حدیث غریب ہے،

بعض اہل معانی نے کہا ہے کہ مطلب اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ فرش کی بلندی درجے کی آسمان و زمین کے برابر ہے یعنی ایک درجہ دوسرے درجے سے اس قدر بلند ہے۔ ہر دو درجوں میں پانچ سو سال کی راہ کا فاصلہ ہے، پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ روایت صرف رشد بن سعد سے مروی ہے اور وہ ضعیف ہیں۔

یہ روایت ابن جریر ابن ابی حاتم وغیرہ میں بھی ہے۔

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ ان کی اونچائی اسی سال کی ہے۔

اس کے بعد ضمیر لائی جس کا مرجع پہلے مذکور نہیں اس لئے کہ قرینہ موجود ہے۔ بستر کا ذکر آیا جس پر جنتیوں کی بیویاں ہوں گی پس ان کی طرف ضمیر پھیر دی۔ جیسے حضرت سلیمان کے ذکر میں **تَوَارِثُ** کا لفظ آیا ہے اور شمس کا لفظ اس سے پہلے نہیں پس قرینہ کافی ہے۔

إِدْعُرِضْ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّفِيْنَةُ الْجِيَادُ - فَقَالَ إِيَّيْ أَحَبَّبْتُ حُبَّ الْحَيِّ عَن ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارِثَ بِالْحِجَابِ (۳۸:۳۱،۳۲)

لیکن ابو عبیدہ کہتے ہیں پہلے مذکورہ ہو چکا آیت **وَحُورٌ عِينٌ - كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ**

إِنَّا أَنْشَأْنَا لَهُنَّ إِنْشَاءً (۳۵)

ہم نے ان (کی بیویوں کو) خاص طور پر بنایا ہے۔

فَجَعَلْنَا لَهُنَّ أَزْوَاجًا (۳۶)

اور ہم نے انہیں کنواریاں بنا دیے۔

عُرُوبًا أَزْرَابًا (۳۷)

محبت والیاں اور ہم عمر ہیں۔

پس فرماتا ہے کہ ہم نے ان بیویوں کو نئی پیدائش میں پیدا کیا ہے، اس کے بعد کہ وہ بالکل پھوس بڑھیا تھیں ہم نے انہیں نو عمر کنواریاں کر کے ایک خاص پیدائش میں پیدا کیا۔ وہ اپنے ظرافت و ملاحت، حسن صورت و جسامت سے خوش خلقی اور حلاوت کی وجہ سے اپنے خاوندوں کی بڑی بیاریاں ہیں،

بعض کہتے ہیں **عُرُوبًا** کہتے ہیں ناز و کرشمہ والیوں کو حدیث میں ہے کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو دنیا میں بڑھیا تھیں اور اب جنت میں گئی ہیں تو انہیں نو عمر کر دیا ہے

اور روایت میں ہے کہ خواہ یہ عورتیں کنواری تھیں یا شبیبہ تھیں اللہ ان سب کو ایسی کر دے گا،

ایک بڑھیا عورت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتی ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے آپ نے فرمایا ام فلاں جنت میں کوئی بڑھیا نہیں جائے گی، وہ روتی ہوئی واپس لوٹیں تو آپ نے فرمایا جاؤ انہیں سمجھا دو، مطلب یہ ہے کہ جب وہ جنت میں جائیں گی بڑھیا نہ ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم انہیں نئی پیدائش میں پیدا کریں گے پھر باکرہ کر دیں گے۔ شامل ترمذی

طبرانی میں ہے حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ **وَحُورٌ عِينٌ** کی خبر مجھے دیجئے

آپ ﷺ نے فرمایا:

وہ گورے رنگ کی ہیں بڑی بڑی آنکھوں والی ہیں سخت سیاہ اور بڑے بڑے بالوں والی ہیں جیسے گدھ کا پر۔

میں نے کہا **لَوْ الْكُنُون** کی بابت خبر دیجئے

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

دن کی صفائی اور جوت مثل اس موتی کے ہے جو سیپ سے ابھی ابھی نکلا ہو جسے کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو،

میں نے کہا **خیرات حسان** کی کیا تفسیر ہے؟

فرمایا خوش خلق خوبصورت

میں نے کہا **بیض مکنون** سے کیا مراد ہے؟

فرمایا ان کی نزاکت اور نرمی انڈے کی اس جھلی کی مانند ہوگی جو اندر ہوتی ہے،

میں نے **عُرْبًا أَتْرَابًا** کے معنی دریافت کئے،

فرمایا اس سے مراد دنیا کی مسلمان جنتی عورتیں ہیں جو بالکل بڑھیا پھوس تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا اور کنواریاں اور

خاوندوں کی چہیتیاں اور خاوندوں سے عشق رکھنے والیاں اور ہم عمر بنادیں،

میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا **حُورٌ عِينٌ**

فرمایا دنیا کی عورتیں **حُورٌ عِينٌ** سے بہت بہتر ہیں جیسے استر سے ابرا بہتر ہوتا ہے،

میں نے کہا اس فضیلت کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا نمازیں روزے اور اللہ تعالیٰ کی عبادتیں، اللہ نے ان کے چہرے نور سے ان کے جسم ریشم سے سنوار دیئے ہیں، سفید ریشم، سبز ریشم اور

زررد سنہرے ریشم اور زرد سنہرے زیور بخوردان موتی کے کنگھیاں سونے کی یہ کہتی رہیں گی

نخن الخالدات فلا نموت ابدًا و نخن الناعمات فلا نباس ابدًا

و نخن المقصمات فلا نطعن ابدًا و نخن الراضیات فلا نسخط ابدًا

طوبی لمن کنالہ وکان لنا

یعنی ہم ہمیشہ رہنے والی ہیں کبھی مریں گی نہیں، ہم ناز اور نعمت والیاں ہیں کہ کبھی سفر میں نہیں جائیں گی ہم اپنے خاوندوں سے خوش رہنے

والیاں ہیں کہ کبھی روٹھیں گی نہیں۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کے لئے ہم ہیں اور خوش نصیب ہیں ہم کہ ان کے لئے ہیں۔

میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض عورتوں کے دود و تین تین چار چار خاوند ہو جاتے ہیں اس کے بعد اسے موت آتی ہے مرنے

کے بعد اگر یہ جنت میں گئی اور اس کے سب خاوند بھی گئے تو یہ کسے ملے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس کے ساتھ چاہے رہے چنانچہ یہ ان میں سے اسے پسند کرے گی جو اس کے ساتھ بہترین برتاؤ کرتا رہا ہو،

اللہ تعالیٰ سے کہے گی پروردگاریہ مجھ سے بہت اچھی بودوباش رکھتا تھا اسی کے نکاح میں مجھے دے،  
اے ام سلمہ حسن خلق دنیا اور آخرت کی بھلائوں کو لئے ہوئے ہے۔

صور کی مشہور مطول حدیث میں ہے:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کو جنت میں لے جانے کی سفارش کریں گے جس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے آپ کی شفاعت قبول  
کی اور آپ کو انہیں جنت میں پہنچانے کی اجازت دی،

آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا اللہ کی قسم تم جس قدر اپنے گھر بار اور اپنی بیویوں سے واقف ہو اس سے بہت  
زیادہ اہل جنت اپنے گھروں اور بیویوں سے واقف ہوں گے۔ پس ایک ایک جنتی کی بہتر بہتر بیویاں ہوں گی جو اللہ کی بنائی ہوئی ہیں اور دودو  
بیویاں عورتوں میں سے ہوں گی کہ انہیں بوجہ اپنی عبادت کے ان سب عورتوں پر فضیلت حاصل ہوگی

جنتی ان میں سے ایک کے پاس جائے گا یہ اس بالاخانے میں ہوگی جو یاقوت کا بنا ہوا ہو گا اس پلنگ پر ہوگی جو سونے کی تاروں سے بنا ہوا ہو گا اور  
جڑاؤ بڑا ہوا ہو گا، ستر جوڑے پہنے ہوئے ہوں گے جو سب باریک اور سبز چمکیلے خالص ریشم کے ہوں گے، یہ بیوی اس قدر نازک نورانی ہوگی  
کہ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر سینے کی طرف سے دیکھے گا تو صاف نظر آجائے گا، کہ کپڑے گوشت ہڈی کوئی چیز روک نہ ہوگی اس قدر اس کا جسم  
صاف اور آئینہ نما ہوگا جس طرح مرورید میں سوراخ کر کے ڈورا ڈال دیں تو وہ ڈورا باہر سے نظر آتا ہے اسی طرح اس کی پنڈلی کا گودا نظر  
آئے گا۔

ایسا ہی نورانی بدن اس جنتی کا بھی ہوگا، الغرض یہ اس کا آئینہ ہوگی، اور وہ اس کا یہ اس کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہوگا نہ یہ تھکے نہ وہ  
اس کا دل بھرے نہ اس کا۔ جب کبھی نزدیکی کرے گا تو کنواری پائے گا نہ اس کا عضو سست ہو نہ اسے گراں گزرے مگر خاص پانی وہاں نہ ہوگا  
جس سے گھن آئے،

یہ یونہی مشغول ہوگا جو کان میں ندا آئے گی کہ یہ تو ہمیں خوب معلوم ہے کہ نہ آپ کا دل ان سے بھرے گا نہ ان کا آپ سے مگر آپ کی  
دوسری بیویاں بھی ہیں، اب یہ یہاں سے باہر آئے گا اور ایک ایک کے پاس جائے گا جس کے پاس جائے گا اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ  
سے نکل جائے گا۔ کہ رب کی قسم تجھ سے بہتر جنت میں کوئی چیز نہیں نہ میری محبت کسی سے تجھ سے زیادہ ہے،  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جنت میں جنتی لوگ جماع  
بھی کریں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں قسم اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے خوب اچھی طرح بہترین طریق پر جب الگ ہو گا وہ اسی وقت پھر  
پاک صاف اچھوتی باکرہ بن جائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مؤمن کو جنت میں اتنی اتنی عورتوں کے پاس جانے کی قوت عطا کی جائے گی،  
حضرت انسؓ نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا اتنی طاقت رکھے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا ایک سو آدمیوں کے برابر اسے قوت ملے گی،

طبرانی کی حدیث میں ہے ایک ایک سو کنواریوں کے پاس ایک ایک دن میں ہو آئے گا۔

حافظ عبد اللہ مقدسی فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث شرط صحیح پر ہے واللہ اعلم۔

ابن عباسؓ **عُرْبًا** کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ اپنے خاوندوں کی محبوبہ ہوں گی، یہ اپنے خاوندوں کی عاشق اور خاوندان کے عاشق۔

عکرمہؒ سے مروی ہے کہ اس کا معنی ناز و کرشمہ والی ہے

اور سند سے مروی ہے کہ معنی نزاکت والی ہے،

تیم بن حدلم کہتے ہیں **عُرْبًا** اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے خاوند کا دل مٹھی میں رکھے۔

زید بن اسلم وغیرہ سے مروی ہے کہ مراد خوش کلام ہے اپنی باتوں سے اپنے خاوندوں کا دل مول لیتی ہیں جب کچھ بولیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ

پھول جھڑتے ہیں اور نور برستا ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ انہیں **عُرْب** اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی بول چال عربی زبان میں ہوگی۔

**أَثْرَاب** کے معنی ہیں ہم عمر عین تینتیس برس کی اور معنی ہیں کہ خاوند کی اور ان کی طبیعت اور خلق بالکل یکساں ہے جس سے وہ خوش یہ

خوش جو اسے ناپسند اسے بھی ناپسند،

یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ آپس میں ان میں بے بغض سوتیا ڈاھ حسد اور رشک نہ ہوگا۔ یہ سب آپس میں بھی ہم عمر ہوں گی تاکہ

بے تکلف ایک دوسری سے ملیں جلیں کھلیں کودیں،

ترندی کی حدیث میں ہے:

یہ جنتی حوریں ایک روح افزا باغ میں جمع ہو کر نہایت پیارے گلے سے گانا گائیں گی کہ ایسی سریلی اور رسیلی آواز مخلوق نے کبھی نہ سنی ہوگی،

ان کا گانا وہی ہوگا جو اوپر بیان ہوا

ابو یعلیٰ میں ہے ان کے گانے میں یہ بھی ہوگا

نحن خیرات حسان۔ خبئنا لاجراج کرام

ہم پاک صاف خوش وضع خوبصورت عورتیں ہیں جو بزرگ اور ذی عزت شوہروں کے لئے چھپا کر رکھی گئی تھیں

اور روایت میں خیرات کے بدلے جو رکالفظ آیا ہے۔

لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ (۳۸)

دائیں ہاتھ والوں کے لئے ہیں۔



پھر فرمایا یہ اصحاب یمین کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور انہی کے لئے محفوظ و مصون رکھی گئی تھیں۔ لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ متعلق ہے آیت  
**إِنَّا أَنْشَأْنَا لَهُنَّ أَنْشَاءً** کے یعنی ہم نے انہیں ان کے لئے بنایا ہے۔

حضرت ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے:

میں نے ایک رات تہجد کی نماز کے بعد دعا مانگنی شروع کی، چونکہ سخت سردی تھی، بڑے زور کا پالا پڑھ رہا تھا، ہاتھ اٹھائے نہیں جاتے تھے  
 اس لئے میں نے ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگی اور اسی حالت میں دعا مانگتے مانگتے مجھے نیند آگئی خواب میں میں نے ایک حور کو دیکھا کہ اس جیسی  
 خوبصورت نورانی شکل کبھی میری نگاہ سے نہیں گزری اس نے مجھ سے کہا اے ابو سلیمان ایک ہی ہاتھ سے دعا مانگنے لگے اور یہ خیال نہیں کہ  
 پانچ سو سال سے اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے لئے اپنی خاص نعمتوں میں پرورش کر رہا ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ **لام** متعلق **أَنْزَابًا** کے ہو یعنی ان کی ہم عمر ہوں گی جیسے کہ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فرماتے ہیں:

پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات جیسے روشن ہوں گے ان کے بعد والی جماعت کے بہت چمکدار ستارے جیسے  
 روشن ہوں گے یہ پاخانے پیشاب تھوک رینٹ سے پاک ہوں گے ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی ان کے پسینے مشک کی خوشبو والے ہوں  
 گے ان کی انگلیٹھیاں لؤلؤ کی ہوں گی ان کی بیویاں حور عین ہوں گی ان سب کے اخلاق مثل ایک ہی شخص کے ہوں گے، یہ سب اپنے باپ  
 حضرت آدم علیہ السلام کی شکل پر ساٹھ ہاتھ کے لائے قد کے ہوں گے۔  
 طبرانی میں ہے:

اہل جنت بے بال اور بے ریش گورے رنگ والے خوش خلق اور خوبصورت سرگیں آنکھوں والے تینتیس برس کی عمر کے سات ہاتھ  
 لائے اور سات ہاتھ چوڑے چکلے مضبوط بدن والے ہوں گے۔  
 اس کا کچھ حصہ ترمذی میں بھی مروی ہے۔

اور حدیث میں ہے:

گو کسی عمر میں انتقال ہوا ہو دخول جنت کے وقت تینتیس سالہ عمر کے ہوں گے اور اسی عمر میں ہمیشہ رہیں گے، اسی طرح جہنمی بھی (ترمذی)  
 اور روایت میں ہے:

ان کے قد سات ہاتھ فرشتے کے ہاتھ کے اعتبار سے ہوں گے قد آدم حسن یوسف عمر عیسیٰ یعنی تینتیس سال اور زبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 یعنی عربی والے ہوں گے، بے بال اور سرگیں آنکھوں والے (ابن ابی الدنیا)  
 اور روایت میں ہے:

دخول جنت کے ساتھ ہی انہیں ایک جنتی درخت کے پاس لایا جائے گا اور وہاں انہیں کپڑے پہنائے جائیں گے ان کے کپڑے نہ گلین نہ  
 سڑیں نہ پرانے ہوں نہ میلے ہوں ان کی جوانی نہ ڈھلے نہ جائے نہ فنا ہو۔

ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ (۳۹)

جم غفیر ہے اگلوں میں سے

وَتُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ (۴۰)

اور بہت بڑی جماعت ہے پچھلوں میں سے۔

اصحابِ یمن گزشتہ اُمتوں میں سے بھی بہت ہیں اور پچھلوں میں سے بھی بہت ہیں،

ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے بیان فرمایا:

میرے سامنے انبیاء مع اپنے تابعدار اُمتیوں کے پیش ہوئے بعض نبی گزرتے تھے اور بعض نبی کے ساتھ ایک جماعت ہوتی تھی اور بعض نبی

کے ساتھ صرف تین آدمی ہوتے تھے اور بعض کے ساتھ ایک بھی تھا

راوی حدیث حضرت قتادہ نے اتنا بیان فرمایا کہ یہ آیت پڑھی

أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ شَهِيدٌ (۱۱:۷۸)

کیا تم میں سے ایک بھی رشد و سمجھ والا نہیں؟

یہاں تک کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام گزرے جو بنی اسرائیل کی ایک بڑی جماعت ساتھ لئے ہوئے تھے،

میں نے پوچھا پروردگار یہ کون ہیں؟

جواب ملا یہ تمہارے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں اور ان کے ساتھ ان کی تابعداری کرنے والی اُمت ہے

میں نے پوچھا الٰہی پھر میری اُمت کہاں ہے؟

فرمایا اپنی داہنی جانب نیچے کی طرف دیکھو میں نے دیکھا تو بہت بڑی جماعت نظر آئی لوگوں کے بکثرت چہرے دمک رہے تھے،

پھر مجھ سے پوچھا کہو اب تو خوش ہو

میں نے کہا ہاں الٰہی میں خوش ہوں،

مجھ سے فرمایا اپنی بائیں جانب کناروں کی طرف دیکھو میں نے دیکھا وہ وہاں بیٹھا لوگ تھے

پھر مجھ سے پوچھا اب تو راضی ہو گئے؟

میں نے کہا ہاں میرے رب میں راضی ہوں،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور سنو ان کے ساتھ ستر ہزار اور لوگ ہیں جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے

یہ سن کر حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہو گئے، یہ قبیلہ بنو اسد سے محسن کے لڑکے تھے بدر کی لڑائی میں موجود تھے عرض کی کہ  
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے بھی انہی میں سے کرے  
آپ ﷺ نے دعا کی پھر ایک اور شخص کھڑے ہوئے اور کہا اے اللہ کے رسول میرے لئے بھی دعا کیجئے۔  
آپ ﷺ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت کر گئے،  
پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

لوگوں تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں اگر تم سے ہو سکے تو ان ستر ہزار میں سے بنو جو بے حساب جنت میں جائیں گے، ورنہ کم سے کم دائیں  
جانب والوں میں سے ہو جاؤ گے، یہ بھی نہ ہو سکے تو کنارے والوں میں سے بن جاؤ۔ میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ اپنے حال میں ہی  
لٹک جاتے ہیں۔

پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کی چوتھائی تعداد صرف تمہاری ہی ہوگی۔  
پس ہم نے تکبیر کہی  
پھر فرمایا بلکہ مجھے امید ہے کہ تم تمام جنت کی تہائی والے ہو گے،  
ہم نے پھر تکبیر کہی۔

فرمایا اور سنو! تم آدھوں آدھ اہل جنت کے ہو گے  
ہم نے پھر تکبیر کہی

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت **ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأُولَىٰ وَثَلَاثَةٌ مِنَ الْآخِرِينَ** کی تلاوت کی۔

اب ہم میں آپس میں مذاکرہ شروع ہو گیا کہ یہ ستر ہزار کون لوگ ہوں گے، پھر ہم نے کہا وہ لوگ جو اسلام میں پیدا ہوئے اور شرک کیا ہی  
نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگواتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور فال نہیں لیتے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

یہ حدیث بہت سی سندوں سے صحابہ کی روایت سے بہت سی کتابوں میں صحت کے ساتھ مروی ہے۔

ابن جریر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس آیت میں پہلوں پچھلوں سے مراد میری امت کے اگلے پچھلے ہی ہیں۔

وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ (۴۱)

اور بائیں ہاتھ والے کیا ہیں بائیں ہاتھ والے

اصحابِ یمن کا ذکر کرنے کے بعد اصحابِ شمال کا ذکر ہو رہا ہے فرماتا ہے

ان کا کیا حال ہے؟

یہ کس حال میں ہے؟

پھر ان عذابوں کا ذکر فرماتا ہے کہ

فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ (۳۲)

گرم ہوا اور گرم پانی میں (ہوں گے)

وظِلٍّ مِنْ يَحْمُومٍ (۳۳)

اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں۔

لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ (۳۴)

جو ٹھنڈا ہے نہ فرحت بخش

یہ گرم ہواؤں کے تھپڑوں اور کھولتے ہوئے گرم پانی میں ہیں اور دھوئیں کے سخت سیاہ سائے میں جیسے اور جگہ فرمایا ہے:

انظفوا إلى ما كنتم به تكذبون - انظفوا إلى ظل ذي نكث شعب - لا ظليل ولا يغني من اللهب

إنها تربي بشر كالقصر - كأنه جملة صفر - ويؤمئذ للمكذبين (۷۷: ۲۹، ۳۳)

یعنی اس دوزخ کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ چلو تین شانوں والے سایہ کی طرف جو نہ گھنا ہے نہ آگ کے شعلے سے بچا سکتا ہے، وہ دوزخ محل کی اونچائی کے برابر چنگاریاں پھینکتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ سرد اونٹیاں ہیں۔ آج تکذیب کرنے والوں کی خرابی ہے اسی طرح یہاں بھی فرمان ہے کہ یہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں عمل نامہ دیا گیا ہے یہ سخت سیاہ دھوئیں میں ہوں گے جو نہ جسم کو اچھا لگے نہ آنکھوں کو بھلا معلوم ہو،

یہ عرب کا محاورہ ہے کہ جس چیز کی زیادہ برائی بیان کرنی ہو وہاں اس کا ہر ایک برا وصف بیان کر کے اس کے بعد **ولا کریم** کہہ دیتے ہیں۔

إِنَّهُمْ كَانُوا أَقْبَلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ (۳۵)

بیشک یہ لوگ اس سے پہلے بہت نازوں سے پلے ہوئے تھے

وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ (۳۶)

اور بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کرتے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ بیان فرمایا ہے یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق اس لئے ہوئے کہ دنیا میں جو اللہ کی نعمتیں انہیں ملی تھیں ان میں یہ سست ہو گئے۔ رسولوں کی باتوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی۔ بد کاریوں میں پڑ گئے اور پھر توبہ کی طرف دلی توجہ بھی نہ رہی۔

الْحَيْثُ الْعَظِيمِ سے مراد بقول حضرت ابن عباسؓ کفر شرک ہے،

بعض کہتے ہیں جھوٹی قسم ہے،

پھر ان کا ایک اور عیب بیان ہو رہا ہے

وَكَانُوا يُقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ (۳۷)

اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ اٹھا کھڑے کئے جائیں گے۔

أَوْ آبَاءُنَا الْأَوَّلُونَ (۳۸)

اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟

یہ قیامت کا ہونا بھی محال جانتے تھے، اس کی تکذیب کرتے تھے اور عقلی استدلال پیش کرتے تھے کہ مر کر مٹی میں مل کر پھر بھی کہیں کوئی جی سکتا ہے؟

قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ (۳۹)

آپ کہہ دیجئے کہ یقیناً سب اگلے اور پچھلے۔

لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ (۵۰)

ضرور جمع کئے جائیں گے ایک مقرر دن کے وقت۔

انہیں جو اب مل رہا ہے کہ تمام اولاد آدم قیامت کے دن نئی زندگی میں پیدا ہو کر اور ایک میدان میں جمع ہوگی، کوئی ایک وجود بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں آیا ہو اور یہاں نہ ہو، جیسے اور جگہ ہے

ذَلِكَ يَوْمَ نَجْمُوعٌ لِّلنَّاسِ وَذَلِكَ يَوْمَ مَشْهُودٍ ۚ وَمَا نُنْجِزُهُ إِلَّا لَآجِلٍ مَّعْدُودٍ

يَوْمَ يَأْتُ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِذَنبِهَا فَمَنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ (۱۱:۱۰۳، ۱۰۵)

یعنی اس دن سب جمع کر دیئے جائیں گے یہ حاضر باشی کا دن ہے، تمہیں دنیا میں چند روز مہلت ہے قیامت کے دن کون ہے جو بلا اجازت اللہ لب بھی ہلا سکے انسان دو قسم پر تقسیم کر دیئے جائیں گے نیک الگ اور بد علیحدہ۔

وقت قیامت محدود اور مقرر ہے، کمی زیادتی تقدیم تاخیر اس میں بالکل نہ ہوگی۔

ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الصَّالُونَ الْمُكَذِّبُونَ (۵۱)

پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو!

لَا تَكُونُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زُقُومٍ (۵۲)

البتہ کھانے والے ہو تو ہر کا درخت۔

پھر تم اے گمراہو اور جھٹلانے والو زقوم کے درخت کھلوائے جاؤ گے

فَمَا لِلنَّوْنِ مِنْهَا الْبُطُونَ (۵۳)

اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہو۔

انہیں سے پیٹ بوجھل کر وگے کیونکہ جبراً وہ تمہارے منہ میں ٹھونسا جائے گا

يَعْنِي فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ (۵۴)

پھر اس پر گرم کھولتا پانی پینے والے ہو۔

فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهَيْمِ (۵۵)

پھر پینے والے بھی پیاسے اونٹوں کی طرح۔

پھر اس پر کھولتا ہوا گرم پانی تمہیں پینا پڑے گا اور وہ بھی اس طرح جیسے پیاسا اونٹ پی رہا ہو،

ہیم جمع ہے اس کا واحد **ہیم** ہے سخت پیاس والے اونٹ کو کہتے ہیں جسے سخت پیاس کی بیماری ہوتی ہے اور نہ اس بیماری سے اونٹ جانبر ہوتا ہے، اسی طرح یہ جنت جبراً سخت گرم پانی پلائے جائیں گے جو خود ایک بدترین عذاب ہو گا بھلا اس سے پیاس کب کبھی ہے؟

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ فرماتے ہیں:

ایک ہی سانس میں پانی پینا یہ بھی پیاس والے اونٹ کا سا پینا ہے اس لیے مکروہ ہے

هَذَا نُزُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ (۵۶)

قیامت کے دن ان کی مہمانی یہ ہے۔

پھر فرمایا ان مجرموں کی ضیافت آج جزا کے دن یہی ہے، جیسے متقین کے بارے میں اور جگہ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (۱۸:۱۰۷)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی اچھے کئے یقیناً ان کے لئے فردوس کے باغات کی مہمانی ہے۔

نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ (۵۷)

ہم ہی نے تم سب کو پیدا کیا ہے پھر تم کیوں باور نہیں کرتے؟

اللہ تعالیٰ قیامت کے منکرین کو لا جواب کرنے کے لئے قیامت کے قائم ہونے اور لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے کی دلیل دے رہا ہے، فرماتا ہے کہ جب ہم نے پہلی مرتبہ جبکہ تم کچھ نہ تھے تمہیں پیدا کر دیا تو اب فنا ہونے کے بعد جبکہ کچھ نہ کچھ تو تم رہو گے ہی۔ تمہیں دوبارہ پیدا کرنا ہم پر کیا گراں ہوگا؟

جب ابتدائی اور پہلی پیدائش کو مانتے ہو تو پھر دوسری مرتبہ کے پیدا ہونے سے کیوں انکار کرتے ہو؟

أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُفِّرُونَ (۵۸)

اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جو منی تم نکالتے ہو۔

أَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ (۵۹)

کیا اس کا (انسان) تم بناتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہی ہیں

دیکھو انسان کے خاص پانی کے قطرے تو عورت کے بچہ دان میں پہنچ جاتے ہیں اتنا کام تو تمہارا تھا لیکن اب ان قطروں کو بصورت انسان پیدا کرنا یہ کس کا کام ہے؟ ظاہر ہے کہ تمہارا اس میں کوئی دخل نہیں کوئی ہاتھ نہیں کوئی قدرت نہیں کوئی تدبیر نہیں،

نَحْنُ قَدْ زَوَّجْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوبِينَ (۶۰)

ہم ہی نے تم میں موت کو معین کر دیا اور ہم اس سے ہارے ہوئے نہیں ہیں۔

عَلَىٰ أَنْ يُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئْكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ (۶۱)

کہ تمہاری جگہ تم جیسے اور پیدا کر دیں اور تمہیں نئے سرے سے اس عالم میں پیدا کریں جس سے تم (بالکل) بے خبر ہو پیدا کرنا یہ صفت صرف خالق کل اللہ رب العزت کی ہی ہے ٹھیک اسی طرح مار ڈالنے پر بھی وہی قادر ہے۔ کل آسمان وزمین والوں کی موت کا متصرف بھی اللہ ہی ہے۔ پھر بھلا اتنی بڑی قدرتوں کا مالک کیا یہ نہیں کر سکتا کہ قیامت کے دن تمہاری پیدائش میں تبدیلی کر کے جس صفت اور جس حال میں چاہے تمہیں از سر نو پیدا کر دے۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ (۶۲)

یقینی طور پر پہلی دفعہ کی پیدائش معلوم ہی ہے پھر کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے۔

پس جبکہ جانتے ہو مانتے ہو کہ ابتدائے آفرینش اسی نے کی ہے اور عقل باور کرتی ہے کہ پہلی پہلی پیدائش دوسری پیدائش سے مشکل ہے پھر دوسری پیدائش کا انکار کیوں کرتے ہو؟ یہی اور جگہ ہے:

وَهُوَ الَّذِي بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ (۳۰:۲۷)

اللہ ہی نے پہلی پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اور وہی دوبارہ دوہرائے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے،

سورۃ یسین میں ارشاد فرمایا:

أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْتَهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ - وَصَرَّبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ مُجِي الْعِظَمِ وَهِيَ رَمِيمٌ - قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ (۳۶:۷۷، ۷۹)

یعنی ہم انسان کو نطفے سے پیدا کرتے ہیں پھر وہ حجت بازیاں کرنے لگتا ہے اور ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگتا ہے اور کہتا پھر تا ہے ان بوسیدہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا تم اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف سے جواب دو کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلے پہل پیدا کیا ہے وہ ہر پیدائش کا علم رکھنے والا ہے

سورہ قیامہ میں فرمایا:

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى - أَلَمْ يَكُنْ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ مُمْتًا - ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَسَوًى - فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْإُنْثَى -

أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ (۷۵:۳۶، ۳۰)

کیا انسان یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اسے یونہی آوارہ چھوڑ دیا جائے گا؟

کیا یہ ایک غلیظ پانی کے نطفے کی شکل میں نہ تھا، پھر خون کے لو تھڑے کی صورت میں نمایا ہوا تھا؟ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا درست کیا مرد عورت بنایا ایسا اللہ مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْمِلُونَ (۶۳)

اچھا پھر یہ بھی بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو۔

أَأَنْتُمْ تَرْبِعُونَ أَمْ لَكُمْ الرَّازِعُونَ (۶۳)

اسے تم ہی اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم جو کھیتیاں بوتے ہو زمین کھود کر بیج ڈالتے ہو پھر ان بیجوں کو اگانا بھی کیا تمہارے بس میں ہے؟ نہیں نہیں بلکہ انہیں اگانا انہیں پھل پھول دینا ہمارا کام ہے۔



ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

زراعت نہ کہا کرو بلکہ حرثت کہا کرو یعنی یوں کہو میں نے بویا یوں نہ کہو کہ میں نے اگایا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث سنا کر پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔

امام حجر مدریؒ ان آیتوں کے ایسے سوال کے موقعوں کو جب پڑھتے تو کہتے (بل انت یاہبی) ہم نے نہیں بلکہ اے ہمارے رب تو نے ہی۔

لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُمْ حُطَمَاءً فَظَلَمْتُمْ تَفَكَّهُونَ (۶۵)

اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر ڈالیں اور تم حیرت کے ساتھ باتیں بناتے ہی رہ جاؤ۔

إِنَّا لَمَعْرَمُونَ (۶۶)

کہ ہم پر تاوان ہی پڑ گیا

بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ (۶۷)

بلکہ ہم بالکل محروم ہی رہ گئے۔

پھر فرماتا ہے کہ پیدا کرنے کے بعد بھی ہماری مہربانی ہے کہ ہم اسے بڑھائیں اور پکائیں ورنہ ہمیں قدرت ہے کہ سکھادیں اور مضبوط نہ ہونے دیں برباد کر دیں اور بے نشان دنیا بنا دیں۔ اور تم ہاتھ ملتے اور باتیں بناتے ہی رہ جاؤ۔ کہ ہائے ہم پر آفت آگئی ہائے ہماری تو اصل بھی ماری گئی بڑا نقصان ہو گیا نفع ایک طرف پونجی بھی غارت ہو گئی غم ورنج سے نہ جانیں کیا کیا بھانت بھانت کی بولیاں بولنے لگ جاؤ۔

کبھی کہو کاش کہ اب کی مرتبہ بوتے ہی نہیں کاش کہ یوں کرتے دوں کرتے،

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ اس وقت تم اپنے گناہوں پر نادم ہو جاؤ

تَفَكَّهُ كَالْفِظَانِ فِي دُونِ مَعْنَى رَكْتَابِهِ نَفْعَ كَ الْغَمِّ كَ

أَفْرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ (۶۸)

اچھا یہ تو بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو۔

أَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ (۶۹)

اسے بادلوں سے بھی تم ہی اتارتے ہو یا ہم برساتے ہیں۔

پھر اپنی پانی جیسی اعلیٰ نعمت کا ذکر کرتا ہے کہ دیکھو اس کا برسانا بھی میرے قبضہ میں ہے کوئی ہے جو اس بادل سے اتار لائے؟

مُنْزَن بادل کو کہتے ہیں۔

لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاَهُ أَجَا جَا فَلَوَلَا تَشْكُرُونَ (۷۰)

اگر ہماری منشا ہو تو ہم اسے کڑوا ہر کر دیں پھر ہماری شکر گزاری کیوں نہیں کرتے؟

اور جب اتر آیا پھر بھی اس میں مٹھاس، کڑواہٹ پیدا کرنے پر مجھے قدرت ہے۔ یہ میٹھا پانی بیٹھے بٹھائے میں تمہیں دوں جس سے تم نہاؤ دھوؤ کپڑے صاف کرو کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرو جانوروں کو پلاؤ پھر کیا تمہیں یہی چاہیے کہ میرا شکر بھی ادا نہ کرو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پی کر فرمایا کرتے:

الحمد لله الذي سقانا عذبا فراتا برحمته  
ولم يجعله ملحا اجاجا بذنوبنا

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں میٹھا اور عمدہ پانی اپنی رحمت سے لایا اور ہمارے گناہوں کے باعث اسے کھاری اور کڑوا نہ بنا دیا

أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُؤْمِنُونَ (۷۱)

اچھا ذرا یہ بھی بتاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو۔

أَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ (۷۲)

اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں

عرب میں دو درخت ہوتے ہیں **مرخ** اور **عفار** ان کی سبز شاخیں جب ایک دوسری سے رگڑی جائیں تو آگ نکلتی ہے اس نعمت کو یاد دلا کر فرماتا ہے کہ یہ آگ جس سے تم پکاتے رہتے ہو اور سینکڑوں فائدے حاصل کر رہے ہو بتاؤ کہ اصل یعنی درخت اس کے پیدا کرنے والے تم ہو یا میں؟

نَحْنُ جَعَلْنَا هَاتَيْنِ كِرَّةً وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ (۷۳)

ہم نے اسے سبب نصیحت اور مسافروں کے فائدے کی چیز بنایا

اس آگ کو ہم نے تذکرہ بنایا ہے یعنی اسے دیکھ کر جہنم کی آگ کو یاد کرو اور اس سے بچنے کی راہ لو۔  
حضرت قتادہ کی ایک مرسل حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمہاری یہ دنیا کی آگ دوزخ کی آگ کا سترواں حصہ ہے

لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہی بہت کچھ ہے

آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پھر یہ ستر واں حصہ بھی دو مرتبہ پانی سے بچھایا گیا ہے، اب یہ اس قابل ہوا کہ تم اس سے نفع اٹھا سکو اور اس کے قریب جاسکو۔

یہ مرسل حدیث مسند میں مروی ہے اور بالکل صحیح ہے۔

**مُقَوِّينَ** مراد مسافر ہیں،

بعض نے کہا ہے جنگل میں رہنے سہنے والے لوگ مراد ہیں۔

بعض نے کہا ہے ہر بھوکا مراد ہے۔

غرض دراصل ہر وہ شخص مراد ہے جسے آگ کی ضرورت ہو اور وہ اس سے فائدہ حاصل کرنے کا محتاج ہو، ہر امیر فقیر شہری دیہاتی مسافر مقیم کو اس کی حاجت ہوتی ہے، پکانے کے لئے اپنے ساتھ لے جاسکے اور ضرورت کے وقت اپنا کام نکال سکے۔

ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں میں تمام مسلمانوں کا برابر کا حصہ ہے آگ گھاس اور پانی۔

ابن ماجہ میں ہے یہ تینوں چیزیں روکنے کا کسی کو حق نہیں۔

**فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (۷۴)**

**پس اپنے بہت بڑے رب کے نام کی تسبیح کیا کرو۔**

پھر فرماتا ہے تم سب کو چاہیے کہ اس بہت بڑی قدرتوں کے مالک اللہ کی ہر وقت پاکیزگی بیان کرتے رہو جس نے آگ جیسی جلادینے والی چیز کو تمہارے لئے نفع دینے والی بنا دیا۔ جس نے پانی کو کھاری اور کڑوا نہ کر دیا کہ تم پیاس کے مارے تکلیف اٹھاؤ بلکہ اسے میٹھا صاف شفاف اور مزیدار بنایا، دنیا میں رب کی ان نعمتوں سے فائدے اٹھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ تو پھر آخرت میں بھی فائدے ہی فائدے ہیں دنیا میں یہ آگ اس نے تمہارے فائدہ کے لئے بنائی ہے اور ساتھ ہی اس لئے کہ آخرت کی آگ کا بھی اندازہ تم کر سکو اور اس سے بچنے کے لئے اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ۔

**فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ (۷۵)**

**پس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کی**

حضرت ضحاک فرماتے ہیں اللہ کی یہ قسمیں کلام کو شروع کرنے کے لئے ہوا کرتی ہیں۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

جمہور فرماتے ہیں یہ قسمیں ہیں اور ان میں ان چیزوں کی عظمت کا اظہار بھی ہے،

بعض مفسرین کا قول ہے کہ یہاں پر **لَا زَائِدَ** ہے اور **إِنَّهُ لَقَدْ آتَىٰ كَرِيمًا** جواب قسم ہے

اور لوگ کہتے ہیں لا کو زائد بتانے کی کوئی وجہ نہیں کلام عرب کے دستور کے مطابق وہ قسم کے شروع میں آتا ہے، جبکہ جس چیز پر قسم کھائی جائے وہ منفی ہو، جیسے حضرت عائشہ کے اس قول میں ہے لا واللہ ما مست ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید امر اقط یعنی اللہ کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے لگایا نہیں یعنی بیعت میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا۔ اسی طرح یہاں بھی لا قسم کے شروع میں مطابق قاعدہ ہے نہ کہ زائد۔

تو کلام کا مقصود یہ ہے کہ تمہارے جو خیالات قرآن کریم کی نسبت ہیں یہ جادو ہے یا کہانت ہے غلط ہیں۔ بلکہ یہ پاک کتاب کلام اللہ ہے۔ بعض عرب کہتے ہیں کہ لا سے ان کے کلام کا انکار ہے پھر اصل امر کا اثبات الفاظ میں ہے

مَوَاقِعُ النُّجُومِ سے مراد قرآن کا بتدریج اترنا ہے، لوح محفوظ سے تالیفہ القدر میں ایک ساتھ آسمان اول پر اتر آیا پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا وقت بروقت اترتا رہا یہاں تک کہ کئی برسوں میں پورا اتر آیا۔

مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد ستاروں کے طلوع اور ظاہر ہونے کی آسمان کی جگہیں ہیں۔

مَوَاقِع سے مراد منازل ہیں۔

حسن فرماتے ہیں قیامت کے دن ان کا منتشر ہو جانا ہے۔

ضحاک فرماتے ہیں اس سے مراد وہ ستارے ہیں جن کی نسبت مشرکین عقیدہ رکھتے تھے کہ فلاں فلاں تارے کی وجہ سے ہم پر بارش برسی۔

وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَعْلَمُونَ عَظِيمٌ (۷۶)

اور اگر تمہیں علم ہو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ (۷۷)

کہ بیشک یہ قرآن بہت بڑی عزت والا ہے

فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ (۷۸)

جو ایک محفوظ کتاب میں درج ہے

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (۷۹)

جسے صرف پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں

پھر بیان ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی قسم ہے اس لئے کہ جس امر پر یہ قسم کھائی جا رہی ہے وہ بہت بڑا امر ہے

یعنی یہ قرآن بڑی عظمت والی کتاب ہے معظم و محفوظ اور مضبوط کتاب میں ہے۔ جسے صرف پاک ہاتھ ہی لگتے ہیں یعنی فرشتوں کے ہاں یہ اور بات ہے کہ دنیا میں اسے سب کے ہاتھ لگتے ہیں۔

ابن مسعود کی قرأت میں **مَا يَمْشِي** ہے

ابوالعالیہ کہتے ہیں یہاں پاک سے مراد انسان نہیں انسان تو گنہگار ہے۔ یہ کفار کا جواب ہے وہ کہتے تھے کہ اس قرن کو لے کر شیطان اترتے ہیں۔ جیسے اور جگہ صاف فرمایا:

وَمَا تَنْزَلَتْ بِهِ الشَّيْطَانُ - وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ - اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعَزُونَ (۲۶:۲۱۰، ۲۱۲)

اسے نہ تو شیطان لے کر اترتا ہے نہ ان کے یہ لائق نہ ان کی یہ مجال بلکہ وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ ہیں۔

یہی قول اس آیت کی تفسیر میں دل کو زیادہ لگتا ہے۔

اور اقوال بھی اس کے مطابق ہو سکتے ہیں۔

فراء نے کہا ہے اس کا ذائقہ اور اس کا لطف صرف باایمان لوگوں کو ہی میسر آتا ہے۔

بعض کہتے ہیں مراد جنابت اور حدیث سے پاک ہونا ہے

گو یہ خبر ہے لیکن مراد اس سے انشاء ہے۔ اور قرآن سے مراد یہاں پر مصحف ہے۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمان ناپاکی کی حالت میں قرآن کو ہاتھ نہ لگائے

ایک حدیث میں ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن ساتھ لے کر حربی کافروں کے ملک میں جانے سے منع فرمایا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اسے دشمن کچھ نقصان پہنچائے (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمان حضرت عمرو بن حرم کو لکھ کر دیا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ قرآن کو نہ چھوئے مگر پاک۔ (موطائک)

مراسیل ابوداؤد میں ہے زہری فرماتے ہیں میں نے خود اس کتاب کو دیکھا ہے اور اس میں یہ جملہ پڑھا ہے گو اس روایت کی بہت سی سندیں ہیں لیکن ہر ایک قابل غور ہے واللہ اعلم۔

تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۸۰)

یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے۔

أَقْبَهُنَّ الْحَدِيثِ أَنْتُمْ هُدْهُنَّ (۸۱)

پس کیا تم ایسی بات کو سرسری (اور معمولی) سمجھ رہے ہو۔

وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ تُكْفِرُونَ (۸۲)

اور اپنے حصے میں بھی لیتے ہو کہ جھٹلاتے پھرو۔

پھر ارشاد ہے کہ یہ قرآن شعر و سخن جادو اور فن نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کی جانب سے اتر ہے، یہ سراسر حق ہے بلکہ صرف یہی حق ہے اس کے سوا اس کے خلاف جو ہے باطل اور یکسر مردود ہے۔ پھر تم ایسی پاک بات کیوں انکار کرتے ہو؟ کیوں اس سے ہٹنا اور یکسو ہو جانا چاہتے ہو؟

کیا اس کا شکر یہی ہے کہ تم اسے جھٹلاؤ؟

قبیلہ ازد کے کلام میں رزق و شکر کے معنی میں آتا ہے۔

مسند کی ایک حدیث میں بھی رزق کا معنی شکر کیا ہے۔

یعنی تم کہتے ہو کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہمیں پانی ملا اور فلاں ستارے سے فلاں چیز۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہر بارش کے موقع پر بعض لوگ کفریہ کلمات بک دیتے ہیں کہ بارش کا باعث فلاں ستارہ ہے۔

موطائیں ہے:

ہم حدیبیہ کے میدان میں تھے رات کو بارش ہوئی، صبح کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا جانتے

بھی ہو آج شب تمہارے رب نے کیا فرمایا؟

لوگوں نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم۔

آپ ﷺ نے فرمایا سنو یہ فرمایا کہ آج میرے بندوں میں سے بہت سے میرے ساتھ کافر ہو گئے اور بہت سے ایماندار بن گئے۔ جس نے کہا

کہ ہم پر اللہ کے فضل و کرم سے پانی برسنا میری ذات پر ایمان رکھنے والا اور ستاروں سے کفر کرنے والا ہوا۔ اور جس نے کہا فلاں فلاں

ستارے سے بارش برسی اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس ستارے پر ایمان لایا۔

مسلم کی حدیث میں عموم ہے کہ آسمان سے جو برکت نازل ہوتی ہے وہ بعض کے ایمان کا اور بعض کے کفر کا باعث بن جاتی ہے۔ ہاں یہ خیال

رہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے پوچھا تھا کہ ثریا ستارہ کتنا باقی ہے؟

پھر کہا تھا کہ اس علم والوں کا خیال ہے کہ یہ اپنے ساقط ہو جانے کے ہفتہ بھر بعد افاق پر نمودار ہوتا ہے چنانچہ یہی ہوا بھی کہ اس سوال جواب

اور استفتاء کو سات روز گزرے تھے جو پانی برسا۔

یہ واقعہ محمول ہے عادت اور تجربہ پر نہ یہ کہ اس ستارے میں ہے اور اس ستارے کو ہی اثر کا موجد جانتے ہوں۔ اس قسم کا عقیدہ تو کفر ہے ہاں

تجربہ سے کوئی چیز معلوم کر لینا یا کوئی بات کہہ دینا دوسری چیز ہے، اس بارے کی بہت سی حدیثیں آیت **مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَتِهِ فَلَا**

**مُغْسِكَ لَهَا** (۳۵:۲) کی تفسیر میں گزر چکی ہیں۔

ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ فلاں ستارے کے اثر سے بارش ہوئی تو آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے یہ تو اللہ کی

برسائی ہوئی ہے، یہ رزق الہی ہے۔

ایک مرفوع حدیث میں ہے:

لوگوں کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے اگر سات سال قحط سالی رہے اور پھر اللہ اپنے فضل و کرم سے بارش برسائے تو بھی یہ جھٹ سے زبان سے نکالنے لگیں گے کہ فلاں تارے نے برسایا۔

مجاہد فرماتے ہیں:

اپنی روزی تکذیب کو ہی نہ بنا لوی یعنی یوں نہ کہو کہ فلاں فراخی کا سبب فلاں چیز ہے بلکہ یوں کہو کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس یہ بھی مطلب ہے اور یہ بھی کہ قرآن میں ان کا حصہ کچھ نہیں بلکہ ان کا حصہ یہی ہے کہ یہ اسے جھوٹا کہتے رہیں اور اسی مطلب کی تائید اس سے پہلے کی آیت سے بھی ہوتی ہے۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْخُلُوفَ (۸۳)

پس جبکہ روح نزر خرے تک پہنچ جائے۔

اسی مضمون کی آیتیں سورۃ قیامہ میں بھی ہیں (۷۵:۲۶، ۳۰)۔

وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ (۸۴)

اور تم اس وقت آنکھوں سے دیکھتے رہو

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ (۸۵)

ہم اس شخص سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھ نہیں سکتے۔

فرماتا ہے کہ ایک شخص اپنے آخری وقت میں ہے نزع کا عالم ہے روح پرواز کر رہی ہے تم سب پاس بیٹھے دیکھ رہے ہو کوئی کچھ نہیں کر سکتا ہمارے فرشتے جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے تم سے بھی زیادہ قریب اس مرنے والے سے ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے:

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفْعَلُونَ

كُم مَرُدُّوْا إِلَى اللّٰهِ مَوْلَاهُمْ الْحَقُّ ۗ اَلَا لَئِيْۤنَ الْاٰلِهَةِ الْكٰفِرِيْنَ (۶۱، ۶۲)

اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے وہ تم پر اپنے پاس سے محافظ بھیجتا ہے جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے اسے ٹھیک طور پر فوت کر لیتے ہیں پھر وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ مولائے حق کی طرف بازگشت کرائے جائیں گے جو حاکم ہے اور جلد حساب لے لینے والا ہے۔

یہاں فرماتا ہے

فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِيْنَ (۸۶)

پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں۔

## تَرَجُّعُوهَا إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ (۸۷)

اور اس قول میں سچے ہو تو (ذرا) اس روح کو تو لوٹاؤ۔

اگر سچ مچ تم لوگ کسی کے زیر فرمان نہیں ہو اگر یہ حق ہے کہ تم دوبارہ جینے اور میدان قیامت میں حاضر ہونے کے قائل نہیں ہو اور اس میں تم حق پر ہو اگر تمہیں حشر و نشر کا یقین نہیں اگر تم عذاب نہیں کئے جاؤ گے وغیرہ تو ہم کہتے ہیں اس روح کو جانے ہی کیوں دیتے ہو؟ اگر تمہارے بس میں ہے تو حلق تک پہنچی ہوئی روح کو واپس اس کی اصلی جگہ پہنچا دو۔

پس یاد رکھو جیسے اس روح کو اس جسم میں ڈالنے پر ہم قادر تھے اور اس کو بھی تم نے بہ چشم خود دیکھ لیا یقین مانو اسی طرح ہم دوبارہ اسی روح کو اس جسم میں ڈال کر نئی زندگی دینے پر بھی قادر ہیں۔

تمہارا اپنی پیدائش میں دخل نہیں تو مرنے میں پھر دوبارہ جی اٹھنے میں تمہارا دخل کہاں سے ہو گیا؟ پھر کیوں تم کہتے پھرتے ہو کہ ہم مرکز زندہ نہیں ہوں گے۔

آگے وہ احوال بیان ہو رہے ہیں جو موت کے وقت سکرانے کے وقت دنیا کی آخری ساعت میں انسانوں کے ہوتے ہیں کہ یا تو وہ اعلیٰ درجہ کا اللہ کا مقرب ہے یا اس سے کم درجہ کا ہے

جن کے دانے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ یا بالکل بد نصیب ہے جو اللہ سے جاہل رہا اور راہ حق سے غافل رہا۔

## فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ (۸۸)

پس جو کوئی بارگاہ الہی سے قریب ہو گا۔

## فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتْ نَعِيمٍ (۸۹)

اسے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام والی جنت ہے۔

فرماتا ہے کہ جو مقربین بارگاہ الہی ہیں، جو احکام کے عامل تھے، نافرمانیوں کے تارک تھے انہیں تو فرشتے طرح طرح کی خوشخبریاں سناتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے براء کی حدیث گزری:

أَيْبَهَا الرُّوحُ الطَّيِّبَةُ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ كُنْتَ تَعْمُرُ بِنَهْ، اخْرُجِي إِلَى رَوْحٍ وَرَيْحَانٍ وَرَبِّ غَيْبٍ غَضْبَانٍ

رحمت کے فرشتے اس سے کہتے ہیں اے پاک روح پاک جسم والی روح چل راحت و آرام کی طرف چل کبھی نہ ناراض ہونے والے رحمن کی طرف

رَوْح سے مراد راحت ہے اور رَيْحَان سے مراد آرام ہے۔

غرض دنیا کے مصائب سے راحت مل جاتی ہے ابدی سرور اور سچی خوشی اللہ کے غلام کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے وہ ایک فراخی اور وسعت دیکھتا ہے اس کے سامنے رزق اور رحمت ہوتی ہے وہ جنت عدن کی طرف لپکتا ہے۔



حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں جنت کی ایک ہری بھری شاخ آتی ہے اور اس وقت مقرب اللہ کی روح قبض کی جاتی ہے۔

محمد بن کعب فرماتے ہیں مرنے سے پہلے ہی ہر مرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے

یا اللہ! ہمارے اس وقت میں تو ہماری مدد کر ہمیں ایمان سے اٹھا اور اپنی رضامندی کی خوشخبری سنا کر سکون و راحت کے ساتھ یہاں سے لے جا آئیں

گو سکرات کے وقت کی احادیث ہم سورہ ابراہیم کی آیت **يُنَبِّئُكَ اللَّهُ الَّذِيْنَ ءَامَنُوْا بِالْقَوْلِ الْعَقَابِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ**، (۱۴:۲۷) کی تفسیر میں وارد کر چکے ہیں لیکن چونکہ یہ ان کا بہترین موقعہ ہے اس لئے یہاں ایک ٹکڑا بیان کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ حضرت ملک الموت علیہ السلام سے فرماتا ہے میرے فلاں بندے کے پاس جا اور اسے میرے دربار میں لے آئیں نے اسے رنج و آرام تکلیف خوشی ناخوشی غرض ہر آزمائش میں آزمالیا اور اپنی مرضی کے مطابق پایا بس اب میں اسے ابدی راحت دینا چاہتا ہوں جا اسے میرے خاص دربار میں پیش کر۔

ملک الموت پانچ سو رحمت کے فرشتے اور جنت کے کفن اور جنتی خوشبوئیں ساتھ لے کر اس کے پاس آتے ہیں گوریحان ایک ہی ہوتا ہے لیکن سرے پر بیس قسمیں ہوتی ہیں ہر ایک کی جداگانہ مہک ہوتی ہے سفید ریشم ساتھ ہوتا ہے جس میں مشک کی لپٹیں آتی ہیں....

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت **فَرُوْحُ** **رہے** کے پیش سے تھی۔ لیکن تمام قاریوں کی قرأت **رہے** کے **زبر** سے ہے یعنی

**فَرُوْحُ**

مسند میں ہے:

حضرت ام ہانیٰ نے رسول مقبول علیہ السلام سے پوچھا کیا مرنے کے بعد ہم آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے؟

اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

روح ایک پرند ہو جائے گی جو درختوں کے میوے چکے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اس وقت اپنے اپنے جسم میں چلی جائیگی،

اس حدیث میں ہر مؤمن کے لئے بہت بڑی بشارت ہے۔

مسند احمد میں بھی اس کی شاہد ایک حدیث ہے جس کی اسناد بہت بہتر ہے اور متن بھی بہت قوی ہے

اور صحیح روایت میں ہے:

شہیدوں کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں، ساری جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی رہتی ہیں اور عرش تلے لنگی ہوئی قندیلوں میں آبیٹھتی ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ عبدالرحمن بن ابویعلیٰ ایک جنازے میں گدھے پر سوار جا رہے تھے آپ کی عمر اس وقت بڑھاپے کی تھی سر اور داڑھی

کے بال سفید تھے اسی اثناء میں آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملنے کو برا جانتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات سے کراہت کرتا ہے صحابہ یہ سن کر سر جھکائے رونے لگے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روتے کیوں ہوں؟

صحابہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھلا موت کون چاہتا ہے؟

فرمایا سنو سنو مطلب سکرات کے وقت سے ہے اس وقت نیک مقرب بندے کو تو راحت و انعام اور آرام وہ جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے جس پر وہ تڑپ اٹھتا ہے اور چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جلد اللہ سے ملے تاکہ ان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے پس اللہ بھی اس کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے اور اگر بندہ ہے تو اسے موت کے وقت گرمی پانی اور جہنم کی مہمانی کی خبر دی جاتی ہے جس سے یہ بیزار نہ ہوؤں پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ (۹۰)

اور جو شخص دائیں (ہاتھ) والوں میں سے ہے

فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ (۹۱)

تو بھی سلامتی ہے تیرے لئے کہ تو دائیں والوں میں سے ہے۔

پھر فرماتا ہے اگر وہ سعادت مندوں سے ہے تو موت کے فرشتے اسے سلام کہتے ہیں تجھ پر سلامتی ہو تو اصحاب یمن میں سے ہے، اللہ کے عذاب سے تو سلامتی پائے گا اور خود فرشتے بھی اسے سلام کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَمُوا أَتَتْهُمْ أَلْسِنَةُ الْمَلَائِكَةِ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشُرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ

نَحْنُ سِجِّينٌ أُولَئِكَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَى أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ۔ نَزَّلْنَاهُ مِنْ غُفُورٍ رَحِيمٍ (۳۰:۳۲:۳۱)

یعنی سچے پکے تو حید والوں کے پاس ان کے انتقال کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارت دیتے ہیں کہ کچھ ڈر خوف نہیں کچھ رنج غم نہ کر جنت تیرے لئے حسب وعدہ تیار ہے، دنیا اور آخرت میں ہم تیری حمایت کے لئے موجود ہیں جو تمہارا جی چاہے تمہارے لئے موجود ہے جو تمنا تم کرو گے پوری ہو کر رہے گی، غفور و رحیم اللہ کے تم ذی عزت مہمان ہو۔

بخاری میں ہے یعنی تیرے لئے مسلم ہے کہ تو اصحاب یمن میں سے ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلام یہاں دعا کے معنی میں ہو، واللہ اعلم

وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ (۹۲)

لیکن اگر کوئی جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہے

فَنُزِّلُ مِنْ حَمِيمٍ (۹۳)

تو کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی ہے۔

وَتَصَلِيَةً جَحِيمٍ (۹۴)

اور دوزخ میں جانا ہے۔

اور اگر مرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور ہدایت سے کھویا ہوا ہے تو اس کی ضیافت اس گرم جحیم سے ہوگی جو آنتیں اور کھال تک جھلسادے پھر چاروں طرف سے جہنم کی آگ گھیر لے گی جس میں جلتا بھناتا رہے گا۔

إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ (۹۵)

یہ خبر سراسر حق اور قطعاً یقینی ہے۔

پھر فرمایا یہ یقینی باتیں ہیں جن کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ (۹۶)

پس تو اپنے عظیم الشان پروردگار کی تسبیح کر

پس اپنے بڑے رب کے نام کی تسبیح کرتا ہے۔

مسند میں ہے اس آیت کے اترنے پر آپ ﷺ نے فرمایا:

اسے رکوع میں رکھو اور آیت سبح اسم ربك الاعلیٰ اترنے پر فرمایا اسے سجدے میں رکھو۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

جس نے سبحان الله العظيم و بحدہ کہا اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگایا جاتا (ترمذی)

صحیح بخاری شریف کے ختم پر یہ حدیث ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو! جو زبان پر ہلکے ہیں میزان میں بوجھ ہیں اللہ کو بہت پیارے ہیں

سبحان الله وبحدہ سبحان الله العظيم

\*\*\*\*\*

